تیسری صدی ہجری تک کے شیعہ سیرت و تاریخ نویس

Shia Biographers & Historians up to the 3rd Century(AH)

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Rasul Jafirian
University of Tehran, History of Islam Department, Tehran, Iran.
Website: https://www.rasul-jafarian.com/

Translation By:
Syed Abu Raza
Lecturar Jamia Al Raza, Bara Khau, Islamabad.
E-mail: Noor.marfat@gmail.com

Abstract:

This paper is a continuation of the series of articles taken from the book "Political History of Islam_Sirat-e Rasool-e-Khuda(PBUH)" by the renowned researcher and historian, Professor Rasool Jafarian. In the previous articles, the historical mentality of the Arabs before the emergence of Islam, the historiography of Muslims after the emergence of Islam, as well as the research works of Professor Rasool Jafarian about biography have been presented.
In the same way, a complete introduction to the compilations of the great biographers from the beginning of Muslim biographies to Aban Ibn Uthman, an important biographer of the second century, has been presented. Moreover, a detailed research discussion on the causes and factors of distortion in biographies among Muslims has been also presented. Besides these topics, a detailed introduction of Shia biographers and historians of the second century Hijri has also been described.
In the present paper, the Shia biographers and historians of the 3rd century Hijri have been introduced.
In this article, a detailed introduction to the works of Shia biographers and historians has been presented. This article

discusses some prominent Shia biographer like Nasr bin Muzahim Munqari, Hisham bin Muhammad Kalbi (204-206), Haytham bin Adi (AD 207), Abu Ubaidah Muammar bin Muthana (110-209 or 211 or 213), Khalifa bin Khayat (AD 240)), Muhammad bin Habib (AD 245), Azraqi (AD 248), Zubair bin Baqqar (AD 256), Umar bin Shabbah (173-262), Ibn Qutiba (213-276) and Yaqoob bin Sufyan Fasawi (195-277).

Key words: biography, biographer, history, historiography, Shia historians, Shia biographers, Rasul Jafarian.

خلاصہ

پیش نظر مقالہ معروف محقق و مؤرخ، استاد رسول جعفریان کی کتاب "تاریخ سیاسی اسلام-سیرتِ رسولِ خداﷺ"[1] سے ماخوذ سلسلہ مقالات کا تسلسل ہے۔ سابقہ مقالات میں ظہورِ اسلام سے قبل عربوں کی تاریخی ذہنیت، ظہورِ اسلام کے بعد مسلمانوں کی تاریخ نگاری، نیز سیرت اور سوانح نگاری پر استاد رسول جعفریان کی تحقیقات پیش کی جاچکی ہیں۔[2] اسی طرح مسلمانوں کے ہاں سیرت نگاری کے آغاز سے لے کر دوسری صدی کے ایک اہم سیرت نگار ابان ابن عثمان تک کے عمدہ سیرت نگاروں کی تالیفات کا مکمل تعارف پیش کیا جاچکا ہے۔[3] اس کے علاوہ، مسلمانوں کے ہاں سیرت میں تحریف کے اسباب و عوامل پر تفصیلی تحقیقی بحث[4] پیش کرنے کے علاوہ دوسری صدی ہجری کے شیعہ سیرت و تاریخ نویسوں کا تفصیلی تذکرہ بیان ہو چکا ہے۔

پیش نظر مقالہ میں تیسری صدی ہجری کے شیعہ سیرت و تاریخ نویسوں کا تعارف کروایا گیا ہے۔ اس مقالے میں نصر بن مزاحم منقری، ہشام ابن محمد کلبی (204-206)، ہیثم بن عدی (م 207)، ابوعبیدہ معمر بن مثنی (110-209 یا 211 یا 213)، خلیفۃ بن خیّاط (م 240)، محمد بن حبیب (م 245)، ازرقی (م ح 248)، زبیر بن بکار (م 256)، عمر بن شبّہ (173-262)، ابن قُتیبہ (213-276) اور یعقوب بن سفیان فَسَوی (195-277) جیسے شیعہ سیرت نگاروں اور تاریخ نویسوں کے آثار کا تفصیلی تعارف پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی کلمات: سیرت، سیرت نگار، تاریخ، تاریخ نگاری، شیعہ مورخین، شیعہ سیرت نگار، ،رسول جعفریان۔

نصر بن مُزاحم مِنقَری (م212)

نصر بن مزاحم منقری دوسری صدی ہجری کے دوسرے نصف کے اخباری مورخین میں سے ایک ہیں۔ وہ مونو گراف کی نسل سے ہیں جس نے اپنے شیعہ رجحانات کی بناپر عراق میں شیعوں سے متعلق واقعات کے بارے میں اخبار اور روایات کو جمع کیا ہے۔ ابن ندیم نے اس کا تذکرہ کیا، اسے ابو مخنف کے طبقے میں قرار دیا اور لکھا کہ وہ عطار تھے۔ ان کی کتابوں میں کتاب الغارات، کتاب صفین، کتاب الجمل، کتاب مقتل حجر ابن عدی اور کتاب مقتل الحسین علیہ السلام شامل ہیں۔[5] نصر پر علم رجال کے سنی ماہرین نے الزام لگایا ہے اور اس کی وجہ اس کا شیعہ رجحان ہے۔ دوسری طرف، نجاشی نے اسے مستقیم الطریقہ اور صالح الامر کہا ہے البتہ اس کے بارے میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ ضعیف راویوں سے روایت بیان کرتے تھے۔ اس کے بعد، اس نے کتاب النہروان، کتاب المناقب، اور کتاب اخبار محمد ابن ابراہیم و ابوالسرایا کا تذکرہ کیا۔ "[6] آخری عبارت ان کی زندگی کے آخری سالوں سے متعلق ہے۔ ان کی باقی بچ جانے والی صرف ایک کتاب ہے اور وہ وقعۃ صفین ہے۔ اس اہم مونو گراف سے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں استفادہ کیا ہے۔ اس کی ایک کاپی بغداد میوزیم میں تھی اور سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں شائع ہوئی۔ سن ۱۳۰۱ھ میں فرج اللہ کاشانی نے تصحیح کے ساتھ تہران میں اسے شائع کیا، لیکن اس کی مقبول اشاعت عرب دنیا کے ممتاز محقق عبد السلام ہارون کی تحقیق سے ۱۳۶۵ ہجری میں ہوئی۔ اسی ایڈیشن کو ایران میں آفسٹ کیا گیا اور اس کا ترجمہ پرویز اتابکی نے نہایت عمدہ اور رسا فارسی زبان میں "پیکار صفین" کے نام سے کیا ہے۔

واقعہ صفین کی کتاب ان بہترین مونو گراف میں سے ایک ہے جو دوسری صدی سے باقی ہے اور ان تمام مونو گراف کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے کہ جن میں سے پچانوے فیصد سے زیادہ ضائع ہو چکے ہیں۔ خاص کر شیعوں نے اس طرح کے کام ضائع ہونے سے بہت ثقافتی نقصان اٹھایا ہے۔ نصر ابن مزاحم کی کتاب مستند کتاب ہے۔ زیادہ تر مقامات پر، اس نے اپنے مندرجات کی سند بیان کی ہے اور تاریخ اسلام کی اس اہم جنگ کی تفصیلات ریکارڈ کرنے میں اس نے اپنی پوری طاقت صرف کی ہے۔

ابن اعثم کی کتاب الفتوح میں نصر ابن مزاحم کا نام بہت دفعہ ذکر ہوا ہے، البتہ غلطی سے نعیم ابن مزاحم ذکر ہوا ہے، اور بدقسمتی سے مصصح بھی اس مسئلے کی طرف متوجہ نہیں ہوا۔ لہٰذا، ہم دیکھتے ہیں کہ نصر ابن مزاحم کے بہت سارے فقرے اور عبارتیں فتوح میں پائی جاتی ہیں۔

ہشام ابن محمد کلبی (204- 206)

ہشام بن محمد بن سائب بن بشر بن عمرو کلبی کا شمار اسلامی دور کے عظیم مورخین میں ہوتا ہے۔ ان کے والد محمد بن

سائب بن بشر کلبی (م 146) بھی اپنے دور کے نامور علماء میں سے تھے اور بیٹے نے اپنے باپ کی علمی وراثت سے خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ ان کے دادا بشر بن عمرو اور اس کے بیٹے سائب، عبید اور عبد الرحمان جنگ جمل میں علی علیہ السلام کی معیت میں لڑتے رہے تھے۔[7] وہ اور ان کے باپ کا منہج چونکہ اہل حدیث سے جدا تھااور ان کا طریقہ کار اور انداز تاریخی تھا نیز ان کا جھکاؤ شیعہ کی طرف تھااس وجہ سے ان پر بڑے پیمانے پر طعن کیا گیا۔ محمد کو سبیائیوں میں شمار کیا جانے لگا جو کہ روافضیوں کا دوسرا نام تھا۔[8]

شاید طنز کے طور پر ان سے نقل ہوا ہے کہ اس نے کہا: ایک دفعہ جبرئیل پیغمبر اکرم ﷺ کے پاس تھے اور علی بھی ان کے ہمراہ تھے پیغمبر اکرم ﷺ کسی کام کے لئے اٹھ کر چلے گئے اور جبرئیلؑ نے علی علیہ السلام پر وحی نازل کر دی۔[9] تاہم، محمد اتنی بڑی علمی شخصیت تھے کہ عباد ابن صہیب، جو اوائل میں ان سے نقل نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن بعد میں وہ ایک واسطے سے ان سے نقل کرنے پر مجبور ہوا۔[10]

آخرکار علم تفسیر میں (جس میں کہا جاتا ہے کہ ان کا کوئی ثانی نہیں تھا) قابل اعتماد سنی شخصیات نے ان سے روایتیں لی ہیں، لیکن انہوں نے حدیث میں ان پر اعتبار نہیں کیا۔[11]

ابن ندیم نے لکھا ہے کہ محمد بن سائب (م 146) کوفہ کے علماء میں سے تھے وہ تفسیر، اخبار اور ایام الناس، میں مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے ایک تفسیر بھی لکھی ہے۔[12] طبری نے ابن اشعث کی بغاوت میں اس کی شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے اسے تفسیر، اخبار اور عربوں کے حالات و واقعات میں ماہر اور تجربہ کار سمجھا ہے۔[13] ابن اسحاق نے "حدثنا ابوالنصر" کے الفاظ کے ساتھ ان سے روایت نقل کی ہے۔ سمعانی کہتے ہیں: اس نے اپنی کنیت محمد بن سائب رکھی تاکہ پہچانے نہ جائیں۔[14] ہشام بن محمد، بہت بڑی نمایاں شخصیت تھے۔ وہ اپنے والد اور خاندان کی طرح شیعہ تھے ان کے حالات زندگی میں اس امر پر کافی زور دیا گیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ ان کا رجعت پر عقیدہ تھا اور صحابہ کی خامیاں لکھنا اس کے شیعہ مذہب ہونے کی علامت سمجھا گیا۔[15] سمعانی نے لکھا ہے: وہ ایک کٹر شیعہ تھا۔[16] نجاشی نے لکھا ہے کہ: کان یختصّ بمذھبنا۔وہ ہمارے مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔[17]

وہ متعدد مونو گراف کے مصنف تھے، جن میں سے بیشتر ناپید چکے ہیں اور ان کی صرف چند عبارتیں دوسرے مآخذ میں باقی ہیں۔ اس وقت کے بہت سے مورخ ان کے شاگرد تھے اور ان کی تاریخی روایات سے انہوں نے استفادہ کیا ہے۔

اور ایران اور یمن کے بارے میں اخبار و روایات تھا اگرچہ انہوں نے اس موضوع پر عظیم مجموعے جمع کئے ہیں لیکن مزاج کے لحاظ سے اپنے باپ کی طرح وہ ایک مورخ تھے نہ کہ محدث۔ اسی وجہ سے احمد بن حنبل نے ان کے
بارے میں کہا ہے کہ ہشام شعر و نسب کے ماہر تھے اور مجھے نہیں لگتا کہ کوئی ان سے روایت نقل کرے گا۔[18]
ہشام کی زیادہ تر مہارت علم انساب میں تھی۔ اس میدان میں ان کی تحریریں اس شعبے میں بعد میں لکھی جانے والی کتب کی ماں کا درجہ رکھتی ہیں۔ ہشام کے کام کا دائرہ حیرت انگیز حد تک وسیع ہے اور اس کے تاریخ میں نابغہ روزگار ہونے کی علامت ہے۔ جواد علی نے لکھا ہے: ہشام اصلی منابع اور تحریری دستاویزات کو خصوصا حیرہ کی تاریخ اور فارس کی تاریخ میں استعمال کرنے میں اپنے والد سے سبقت لے گئے۔ وہ فارسی بھی بخوبی جانتے تھے۔ اس سلسلے میں، اس نے اپنی قابلیت اور مہارت کو پایہ ثبوت تک پہنچایا کہ وہ تاریخی علمی فہم و فراست کے لحاظ سے ایک تاریخ دان تھے۔ باوجود اس کے کہ ہشام اصحاب حدیث کے اتہامات اور الزامات سے محفوظ نہ رہ سکے اور ان پر نقل احادیث میں جھوٹ اور جعل سازی کا الزام لگایا گیا، اس کے باوجود نئی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ جو کچھ ان کے دشمنوں نے ان کے بارے میں کہا ہے وہ درست نہیں ہے۔ وہ اپنے کام میں کامیاب رہے اور علمی طریقہ کار پر مبنی تاریخی کتب تصنیف کرنے میں بڑے اقدام اٹھائے۔[19]
جواد علی نے ایک اور مقام پر طبری کے روائی طریقہ کار اور روایات کی صحت اور عدم صحت کی جانچ پڑتال میں ناکافی ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے کلبی کے شیوہ اور طریقہ کار کی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ وہ مستند چیزوں کی تلاش میں رہتے تھے اور کتابوں کی تلاش میں کلیساؤں اور خانقاہوں کا چکر لگاتے تھے تاکہ ان سے استفادہ کرکے اپنی تحقیقات کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔[20]
ہشام کی اسلامی دور اخبار کے بارے میں بھی تصنیفات ہیں جیسا کہ تاریخ طبری سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شیعہ ابو مخنف کی روایات کے بنیادی راوی تھے۔ ابن ندیم نے تین صفحات پر ان کی تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔ ان کی کتابیں مختلف موضوعات پر تھیں جیسے: احلاف، (معاہدے)، انساب، الاوائل، دور جاہلیت کے واقعات، اسلامی دور کے واقعات و روایات، شہروں کے بارے میں معلومات، شعراء کے حالات و واقعات، اور تاریخ عرب۔[21]
ان کی لحمیان کی قبور کے کتبے پڑھنے کے بارے میں علمی تحقیقات اپنی نوعیت کا بہت دلچسپ اور منفرد کام تھا۔[22]
ان کے باقی ماندہ علمی آثار کی فہرست سزگین نے تیار کی ہے۔[23] ان کی چند معروف کتب النسب الکبیر، الاصنام، کتاب نسب معد اور الیمن الکبیر چند تصحیحات کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔

ہشام کے شیعہ ہونے کے بارے میں ایک دلچسپ قصہ بیان کیا گیا ہے اسے یہاں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زائدہ کہتا ہے:

میں کلبی کے پاس قرآن پڑھنے کے لئے آتا جاتا تھا۔ ایک دن اس نے کہا: ایک وقت ایسا آیا کہ میں بیمار ہو گیا اور سب کچھ بھول گیا۔ چنانچہ میں "آل محمد" میں سے ایک شخص کے پاس گیا۔ اس نے اپنی زبان میرے منہ میں رکھی تو میری تمام یادداشت واپس آ گئی۔ زائدہ کہتا ہے: میں نے اس سے کہا خدا کی قسم! اب میں تم سے کوئی روایت نقل نہیں کروں گا۔[24] زائدہ کا یہ اظہار نظر اس کے آل محمد علیہم السلام پر عقیدہ نہ رکھنے کی دلیل ہے۔

ہیثم بن عدی (م 207)

ابو عبد الرحمان ہیثم بن عدی دوسری صدی ہجری کے دوسرے نصف کے مؤرخین میں سے ہیں اگرچہ جداگانہ طور پر ان کی کتابوں میں سے کچھ باقی نہیں ہے البتہ تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے اکثر مؤرخین نے ان کی تصنیفات سے استفادہ کیا ہے اس طرح اس کے بعد کے ادوار کے بیشتر مآخذ میں ان کا نام مذکور ہے۔[25]

ابن ندیم نے ان کا تذکرہ "اشعار، روایات، مثالب، مناقب، تاریخی آثار اور انساب کے عالم" کے الفاظ کے ساتھ کیا ہے. وہ مونو گراف اور عمومی تاریخ کے مصنفین کی دو نسلوں کے درمیان ہیں اس لئے ان کی کتابوں میں ابومخنف اور مدائنی کی طرح مونو گراف اور عمومی تاریخ دونوں موجود ہیں. انہوں نے ہر قسم کے تاریخی اور انساب کے موضوعات پر مقالے اور کتابیں لکھیں ہیں۔ ان کے پسندیدہ موضوعات کا تنوع بہت وسیع ہے جو اس دور کی تاریخی نویسی کے میدان کو ظاہر کرتا ہے۔ ان کی کتابوں کے کچھ عنوانات یہ ہیں:

کتاب ہبوط آدم وافتراق العرب، کتاب نزول العرب بالسواد وخراسان، کتاب الدولة، کتاب تاریخ العجم وبنی امیة، کتاب المثالب الکبیر، کتاب من تزوّج من الموالی فی العرب، کتاب طبقات الفقهاء والمحدثین، کتاب الخوارج، کتاب التاریخ علی السنین، کتاب خواتیم الخلفاء، کتاب تاریخ الخلفاء، کتاب ولاة الکوفة و...[26]

ہیثم بن عدی نے اپنے سے پہلے مآخذ سے استفادہ کیا ہے لیکن بعد کے کتابوں کے تیار شدہ دستر خوان پر بیٹھنے والوں کے برخلاف اس نے اپنی روایات واخبار میں ابومخنف اور مدائنی کی طرح قبائل اور نامور شخصیات کے پاس موجود پہلے درجے کے مآخذ سے استفادہ کیا ہے۔ اس صورت حال میں اس کے بعض استاد اور شیوخ اخباری تھے ان میں سے ایک مجالد بن سعید ہیں اور ابن ندیم کے بقول ہیثم نے اس سے بہت ساری روایات بیان کی ہیں۔[27] اس کے اپنے شاگرد بھی تھے جو تاریخ کے ماہر تھے ان میں سے ایک ابوحسان زیادی (243) ہیں جس کی "المغازی لعروة بن زبیر اور کتاب طبقات الشعراء وغیرہ، جیسی کتابیں ہیں۔ طبقات ابن سعد، آثار محمد بن حبیب، اخبار الطوال، تاریخ یعقوبی، تاریخ طبری، مروج الذہب مسعودی اور ابوالفرج اصفہانی کی کتابوں میں ہیثم بن عدی کا نام

کئی بار ذکر ہوا ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ افراد نے اس کی تصینفات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ ذہبی نے اپنی کتاب تاریخ الاسلام کے مقدمہ میں بیان کیا ہے کہ اس کے مصادر میں سے ایک ہیثم بن عدی کی کتاب تاریخ بھی ہے۔[28]

ابوعبیدہ معمر بن مثنی (110- 209 یا 211 یا 213)

ابوعبیدہ ان ممتاز شخصیات میں سے ایک ہیں جن کے متعدد مونو گراف نے تیسری صدی کے بعد کی عظیم تالیفات کو مواد فراہم کیا ہے۔ جاحظ نے ان کی تعریف کی۔[29] وہ ایک شعوبی مسلک شخص تھا اس وجہ سے یا خوارج کی طرف رجحان رکھنے کی بناپر لوگوں نے اسے مورد اعتناء نہیں سمجھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے جنازے میں کسی نے شرکت نہیں کی۔[30]

اس کی زیادہ تر تصنیفات ادبی موضوعات پر مشتمل ہیں۔ لغات قرآن کے بارے میں، مختلف حیوانات کے بارے میں معلومات کی جمع آوری (جیسا کام جاحظ اور اس کے بعد دمیری نے حیوانات اور حیوانی زندگی کے بارے میں انجام دیا)، نیز تاریخی کتب خصوصاً فتوحات کے بارے میں اس کی کتب ہیں ان کی بعض تاریخی کتابوں کے عنوانات یہ ہیں: مقاتل الاشراف، کتاب الجمل و صفین، کتاب الغارات، کتاب مقتل عثمان، کتاب قضاۃ البصرۃ، کتاب فتوح ارمینۃ، کتاب فتوح الاھواز، کتاب اخبار الحجاج، کتاب قصۃ الکعبۃ۔[31] فتوحات میں اس کے کام سے بلاذری نے فتوح البلدان میں اور خلیفۃ بن خیاط جو اس کا ہموطن تھا نے بھی استفادہ کیا ہے. انہوں نے براہ راست اس کی کتابوں سے نقل کیا ہے کیونکہ اس سے نقل کرنے میں وہ کسی اور کا حوالے نہیں دیتے۔[32]

ابوعبیدہ نے جو کتاب مکہ کے کنوؤں کے بارے میں لکھی تھی اس میں سے گیارہ اقتباسات فاکھی کی کتاب اخبار مکہ میں محفوظ اور ثبت ہیں۔[33] اس کی کتابیں جو عربی قبائل کے مثالب (عیوب) کے بارے میں لکھی گئی ہیں نیز فضائل الفرس کے موضوع پر اس کی کتاب کی وجہ سے اس پر شعوبی گری کا الزام لگایا گیا ہے.

ابوالحسن مدائنی (135- 228) [34]

علی بن محمد بن عبد اللہ بن ابی سیف مدائنی (سمرۃ بن جندب کے موالی تھے) بصرہ میں پیدا ہوئے۔ اس کے بعد مدائن منتقل ہو گئے اور آخر میں ۹۳ سال کی عمر میں اپنے دوست اسحاق موصلی کے گھر بغداد میں فوت ہوئے۔ وہ ان چند مؤرخین میں سے ہیں جو اہلسنت کے مورد اعتماد ہیں اور یہ بات ان کے بارے میں خاص شک پر ابھارتی ہے۔ یحیٰی بن مَعین اور خطیب بغدادی نے اسے موثق جانا ہے۔[35] یحیٰی بن معین، احمد بن زہیر کو تاکید کیا کرتے تھے کہ مدائنی کی کتابوں کو لکھو۔[36] جبکہ اس کی مسند روایات کی تعداد بہت محدود ہے. خود ابن عدی نے اس بات کو ذکر کرنے کے بعد اس سے صرف ایک مسند روایت بیان کی ہے۔[37] چونکہ مدائنی بصرہ میں پلے بڑھے

تھے اگرچہ بعد میں اس نے مدائن کو اپنا مسکن بنالیا تھا اور مدائنی کا لقب پایا،اس لئے وہ بصرہ میں موجود عثمانی رجحانات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے لھذا ہم دیکھتے ہیں کہ عوانہ بن حکم جو کہ یاقوت کے بقول عثمانی مسلک تھا، کی اخبار کے راوی یہی مدائنی ہیں۔ جاحظ مدائنی کی جو روایت اپنی کتاب میں لائے ہیں اس میں مدائنی نے کہا ہے : اموی صرف مرثیوں والی روایات قبول کرتے تھے۔ جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا: اس کی وجہ یہ تھی کہ اس قسم کی روایات اچھے اخلاق پر مشتمل ہوتی ہیں۔[38]

ابن ندیم کے حساب کے مطابق ان کی تصانیف کی تعداد ۲۳۹ ہے حالانکہ ان کی تصانیف کی یاقوت کی طرف سے دی گئی فہرست میں ان کی اور کتابوں کا بھی ذکر ہے جن کی تعداد بعض کے نزدیک ۲۶۱ تک جا پہنچتی ہے۔ تصانیف کے اس حجم کی وجہ سے بعض نے انہیں شیخ الاخباریین کا لقب دیا ہے۔ پیغمبر ﷺ سے متعلق ستائیس عنوانات، ایک عنوان قریش اور ان کی ممتاز شخصیات کے بارے میں، عورتوں کے حالات و واقعات اور شرفاء کے ساتھ ان کی شادیوں کے متعلق ۳۳ موضوعات، خلفاء کے بارے میں ۷، بعد از اسلام ایام العرب کے متعلق ۷ ۲ ، فتوحات کے متعلق ،۷ ۳ عربوں کے حالات کے بارے میں ۱۰ اور شعراء کے حالات کے بارے میں ۳۲ موضوعات پر اور دیگر عنوانات پر ان کی کتابیں ہیں.

جیسا کہ ان کتابوں کے ناموں سے پتہ چلتا ہے کہ مدائنی تاریخ نویسی کے اس دور کے اہم ترین مصنفین میں سے ہیں جب مخصوص واقعات اور موضوعات پر مونو گراف لکھنے کا رواج تھا۔ ایسے موضوعات میں مدائنی کی خصوصی دلچسپی ان کی تحریروں سے پوری طرح عیاں ہے۔ مثال کے طور پر اس نے سیرت کے خاص پہلوؤں پر توجہ دی اور کتاب عہود النبی ﷺ ، کتاب رسائل النبی ﷺ ، کتاب اخبار المنافقین، کتاب ازواج النبی ﷺ ، کتاب عمال النبی ﷺ علی الصدقات، جیسی کتابیں ضبط تحریر میں لائے۔ یہ سب اس کے رجحان کو واضح طور پر ظاہر کرتے ہیں۔

ان میں سے بہت ساری تصنیفات جن میں سے صرف چند باقی رہ گئی ہیں اور شائع ہو چکی ہیں، انہیں چھوٹے مقالات کے طور پر سمجھنا چاہیے ۔ مثلاً اس کی کتاب " الفرج بعد الشدۃ و الضیق " جسے تنوخی نے مشاہدہ کیا ہے ، صرف پانچ سے چھ صفحات پر مشتمل تھی۔[39] مدائنی کا کتابچہ "المردفات من نساء قریش " جسے عبد السلام ہارون نے شائع کیا ہے وہ بھی بہت مختصر ہے۔ یہ کتابچہ قریش کی ان عورتوں کے بارے میں ہے جنہوں نے پہلے شوہر کی وفات کے بعد دوسری شادیاں کیں۔ اس کے دیگر دو کتابچے " التعازی اور علم الخواص " بھی باقی بچے ہوئے ہیں. ممکن ہے اس کی تصانیف میں لمبی اور تفصیلی کتب بھی موجود ہوں لیکن اس وقت تک ان کی ایسی تصنیفات کے

بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔مثال کے طور پر ان کی کتاب المغازی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی تین جلدیں تھیں۔

ان کی گمشدہ کتابوں کے بہت سے حصے بعد کی کتب میں شامل ہیں۔ جیسا کہ اس کی کتاب "اسماء من قُتِل من الطالبیین "کے بہت سے پیرا گراف ابوالفرج اصفہانی کی کتاب "مقاتل الطالبیین "میں مذکور ہیں۔[40] بلاذری جمعا 1416 مدائنی سے روایت نقل کی ہے۔[41] بالکل اسی طرح اس کی عورتوں کے بارے میں لکھی ہوئی کتابوں کا بہت بڑا حصہ بلاغات النساء میں آیا ہے۔[42] ابن ابی الحدید نے بھی مدائنی کی کتب کے بعض حصے نقل کئے ہیں۔[43]

طبری نے تاریخ خراسان میں بہت سارے مقامات پر مدائنی کی کتب بالخصوص فتوح خراسان سے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔اسی طرح بلاذری نے بھی سیرت کی روایات میں اور امویوں کے بارے میں مدائنی کے بہت سے اقتباسات بیان کئے ہیں۔ تاریخ الخلفاء طبری کی اہم ترین کتاب ہے اس میں سب سے زیادہ استفادہ اس نے مدائنی کی کتب سے کیا ہے۔[44]

بہر حال مدائنی کا تاریخی کام اپنی تمام تر وسعت کے ساتھ صرف اسلامی دور کے حالات و واقعات سے مخصوص ہے۔ موضوع المبتدا کے بارے میں اس کی کوئی تحریر باقی نہیں بچی۔دور جاہلیت کے بارے میں اس کی کچھ تحریریں ہم تک پہنچی ہیں اور اس کی باقی تمام کتابیں اسلامی دور سے مربوط ہیں۔لھذا یہ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی زمانہ جاہلیت کے واقعات کے بارے میں جاننا چاہتا ہے تو وہ ابوعبیدہ کی کتابیں پڑھے اور جو اسلامی دور کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ مدائنی کی کتابیں پڑھے۔[45] استاد بدری محمد فہد، نے پورے حوصلے کے ساتھ تاریخی ترتیب کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلامی دور کی تاریخ کے حوالے سے جو کچھ مدائنی سے نقل ہوا ہے اور مختلف مآخذ سے ہاتھ لگا ہے،اس کی ایک طویل فہرست مرتب کی ہے۔[46] ادبی متون میں اسی طرح جاحظ، زبیر بن بکار، مبرّد، ابن عبدربہ، ابوالفرج اصفہانی اور دوسروں نے اپنی کتابوں میں مدائنی سے بہت سارے واقعات اور روایات کو نقل کیا ہے۔[47]

خلیفۃ بن خیّاط (م240)

خلیفۃ بن خیاط المعروف شباب عُصفری[48] تیسری صدی ہجری کے اہم مؤرخین میں سے ہیں۔ابن کثیر نے ان کو "امام التاریخ"کے عنوان سے یاد کیا ہے۔[49] وہ بالکل ابن سعد کی طرح اس زمانے میں تھے جب "المحنہ "کا ماجرا رونما ہوا یا معتزلہ اور سب سے بڑھ کر مامون کی خلق قرآن کے موضوع پر دوسروں پر سختیاں اپنے عروج پر

تھیں۔[50] ابن ندیم نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی پانچ کتابوں کے نام لکھے ہیں، پہلی کتاب الطبقات، دوسری کتاب التاریخ، تیسری کتاب طبقات القراء۔

چوتھی کتاب تاریخ الزمنی والعرجان والمرضی والعمیان اور آخری کتاب اجزاء القرآن ہے۔[51] جہاں تک ہم جانتے ہیں ان کی صرف دو کتابیں تاریخ اور طبقات ہم تک پہنچی ہیں اور چھپ چکی ہیں۔

ان کے بارے میں علمائے رجال میں اختلاف پایا جاتا ہے اگرچہ عام طور پر علماء انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں۔ یہ بصری ہیں اور بصریوں کے عثمانی رجحانات یا اس کے نزدیک ہونے (مدائنی کی طرح) کی وجہ سے قسمت ان کے ساتھ دیتی ہے اور علمائے حدیث کی طرف سے ان کی تائید کی جاتی ہے. امام بخاری نے اپنی کتاب میں اٹھارہ مقام پر ان سے روایات نقل کی ہیں اور اس بات سے انہیں ایک اور فائدہ ہوا کہ بعد میں آنے والے علمائے رجال ان کی قدح میں بہت کم بات کریں۔ اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ وہ سند پر کافی توجہ دیتے تھے اور یہ بات علمائے حدیث کو بہت اچھی لگتی ہے۔ خلیفہ میں عراقی شیعیت کے کچھ بھی اثرات نہیں پائے جاتے تھے۔

ان کی تاریخ کی کتاب ،بقی بن مخلد قُرطُبی (201- 276) [52] کہا گیا ہے کہ وہ پہلا شخص تھا جو علم تاریخ کو اندلس لے گیا.] کی روایت کے مطابق باقی بچی ہوئی ہے اور سنہ 1386 ہجری اکرم ضیاء العمری کی کوششوں سے (مجمع علمی عراق کے تعاون سے) عراق میں شائع ہوئی ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن سنہ 1414 ہجری سہیل زکار کی کوششوں سے شائع ہوا ہے (بیروت، دار الفکر). العمری نے ان کی تفصیلی سوانح عمری اور جو کچھ ان کے اور ان کی خاندان کے بارے میں دستیاب تھا، اسے اس کتاب کے مقدمے میں ذکر کر دیا ہے۔

العمری نے خلیفہ کی تاریخ میں اس کے مآخذ کی فہرست فراہم کی ہے۔ خلیفہ نے اپنی سیرت کی کتاب میں بنیادی طور پر ابن اسحاق پر انحصار کیا ہے، اسی طرح اس نے ابن اسحاق کی کتاب "تاریخ الخلفاء" سے بھی استفادہ کیا ہے اور خلافت کے پہلے دور سے متعلق ابن اسحاق سے متعدد روایتیں نقل کی ہیں، کہا گیا ہے کہ خلیفہ کی تاریخ میں ابن اسحاق کا نام سو سے زیادہ مرتبہ آیا ہے۔[53] ایک اور راوی یا مصنف جس سے خلیفہ نے خوب استفادہ کیا ہے وہ وہب بن جریر ہے جس کی روایتوں یا کتابوں سے ابن سعد نے "طبقات" میں استفادہ کیا ہے۔ اسی طرح ابو معشر کی تحریریں جو مفقود ہو چکی ہیں، بھی خلیفہ کے مصادر میں سے تھیں۔ مدائنی اس کے باقاعدہ استاد تھے اس نے ان سے بلاواسطہ نقل کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ پہلے خلفاء کے دور کی فتوحات اور حالات و واقعات کے حصے میں پچاس فیصد اقتباسات مدائنی کے ہیں اور احتمال ہے کہ یہ اقتباسات اس کی کتاب جمل، کتاب صفین اور کتاب خوارج سے لئے گئے ہیں۔[54] اس کے دیگر اساتذہ ابو عبیدہ معمر بن مثنی (م 209)، ہشام کلبی، سحیم بن حفص (م 190) ولید بن ہشام قحذمی، ولید بن ہشام

کی روایات کے بارے میں دیکھیں: [55] عبد اللہ بن مغیرہ اور بہت سارے دوسرے۔[56] جن میں بعض صاحب کتاب تھے اور ممکن ہے اس نے ان کی تحریروں سے مکتوب یا زبانی اجازہ سے کچھ روایتیں نقل کی ہوں۔

خلیفہ کی تاریخ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب قدیم ترین تاریخی تصنیف ہے جس نے واقعات کو سال بہ سال تاریخ کی صورت میں قلمبند کیا اور ہم تک پہنچایا ہے۔اس کتاب کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ایسے اعداد و شمار درج کیے گئے ہیں جو دوسرے منابع میں نہیں ملتے۔ اس نے عالم اسلام کے اندرونی واقعات جیسے یزید بن مہلب کی بغاوت پر کم توجہ دی ہے اور اس کی بجائے فتوحات کی خبریں زیادہ دی ہیں۔[57]

خلیفہ کی تاریخ کے بارے میں جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں اس کے باوجود یہ کہا گیا ہے کہ ان کے ہم عصروں نے ان کی کتاب کا خیر مقدم نہیں کیا اور اس کے کچھ عرصے بعد لکھی گئی تصانیف میں اس کا حوالہ نہیں دیا۔ طبری نے ۱۴۱ھ کے واقعات میں صرف ایک بار اس کا ذکر کیا ہے۔

ازدی (م 334) نے اپنی کتاب تاریخ موصل میں اس سے استفادہ کیا ہے۔[58] لیکن بعد میں ذہبی یا ابن کثیر نے اس کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔البتہ یہ احتمال ہے کہ کتاب ان کی دسترس میں نہ تھی۔

قدیم مورخین کی نظر میں، تاریخ کا مطلب سال ہے، اور یہ بنیادی طور پر کیلنڈر کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، بشمول پیدائش کا سال، موت کا سال، واقعات کے وقوع پذیر ہونے کا سال وغیرہ۔ خلیفہ اپنی کتاب کے مقدمے میں تاریخ کی تعریف میں لکھتے ہیں: یہ کتاب تاریخ ہے اور لوگ اپنے حج اور روزوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کی عدت اور اپنے قرضوں کی مدت کا تعین تاریخ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس کے بعد وہ یزدجری کی تاریخ کے بارے میں بتاتے ہیں اور پھر وہ ان متعدد اہم تاریخی واقعات کا ذکر کرتے ہیں جو تاریخ کی ابتداء قرار پائے اور عرب کچھ عرصے تک انہی کے حساب سے اپنی تاریخوں کو متعین کرتے رہے ن اور اس قسم کا آخری واقعہ ابرہہ کا مکہ پر حملہ تھا۔اس کے بعد اس نے تاریخ ہجری کی ابتداء کے بارے میں بات کی پھر آنحضرتؐ کی ولادت سے تاریخی بحث کا آغاز کیا اور سنہ ۲۳۲ھ تک لے آئے۔

اس کتاب کی ایک اور بنیادی خصوصیت ہر سال اور ہر شہر کے حکومتی عہدیداروں کی تفصیلات ہیں۔ مصنف اس کتاب میں جگہ جگہ شہروں کے نام ان کے حاکموں اور عہدیداروں کی فہرست کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔[59] اس کی ایک اور خصوصیت سالوں اور ھفتے کے دنوں کا ذکر ہے جو دوسرے مآخذ کی نسبت قابل توجہ ہے۔جنگ یمامہ کے مقتولین، جنگ جمل اور واقعہ حرہ کے مقتولین کا تذکرہ بالکل ایک نئی بات ہے۔[60]

اس بات کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ خلیفہ کی تاریخ کا متن ہر قسم کی وابستگی سے خالی ہے جبکہ اس کے برخلاف یعقوبی اور مسعودی جیسی بعض تاریخی کتب میں سیاسی اور مذہبی رجحانات بڑے واضح ہیں۔

خلیفہ کی ایک اور کتاب طبقات ہے جو ابن سعد کی کتاب طبقات کی مانند قدیمی ترین کتاب ہے جو اس موضوع کے بارے میں باقی ہے۔ خلیفہ کی کتاب طبقات مختصر ہونے کے باوجود، طبقات ابن سعد کی نسبت زیادہ وسیع جغرافیہ کی حامل ہے۔اس میں اسلامی دنیا کے بڑے بڑے شہروں کے علاوہ بہت سارے چھوٹے شہروں کا ذکر بھی موجود ہے۔[61] کتاب طبقات اختصار کے باوجود شخصیات کے بارے میں خصوصی معلومات پر مشتمل ہے، بعض اوقات تو ان کی جائے سکونت کا بھی ذکر کیا گیا ہے جو تاریخ کی نظر میں خاص اہمیت کی حامل ہے۔

محمد بن حبیب (م 245)

محمد بن حبیب بن امیہ ہاشمی بغدادی تیسری صدی ہجری کے ممتاز مورخین اور نسبی ماہرین میں سے ایک ہیں اور علماء کی اس نسل سے ہیں جنہوں نے مختلف موضوعات پر بہت سے مونوگراف لکھے ہیں۔ وہ عباسیوں کے موالیوں میں سے تھا اور وہ سرکاری طور پر عباس بن محمد عباسی (سفاح اور منصور کا بھائی) کے بچوں کا "مربی" تھا۔ وہ ہر لحاظ سے اخباری تھاہ اور تاریخی، انساب اور ادبی مسائل میں دلچسپی رکھتا تھا۔ شاید اس زمانے کے دوسرے مورخین کے مقابلے میں، جن موضوعات میں اس کی دلچسپی تھی، اس کا موازنہ ہشام کلبی اور مدائنی سے کیا جا سکتا ہے، حالانکہ اس کے کام کا حجم مدائنی سے بہت کم ہے۔

ابن ندیم نے اس کا ذکر ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے کہ وہ بغداد کے انساب ،اخبار، لغت، شعر اور قبائل،کے علماء میں سے تھا اور اس کی تصانیف کی فہرست پیش کی ہے اور کہا ہے کی اس کی کتابیں مستند ہیں۔اس کی تصنیفات علم انساب، تاریخ اور شعراء کے حالات و واقعات کے بارے میں تھیں۔ابن ندیم اس کی کتاب "القبائل الکبیر والایام "کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ کتاب اس نے فتح بن خاقان کے لئے لکھی، میں نے اس کی کاپی دیکھی ہے جبکہ وہ بیس حصوں سے زائد اور دو سو صفحات یا اس سے زیادہ پر مشتمل تھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے چالیس حصے تھے۔[62] اس کی تصنیفات میں تاریخ الخلفاء نام کی ایک کتاب کا ذکر ہے جس کا ان کی دیگر بہت سی تصنیفات کی طرح کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔

معجزانہ طور پر ان کی دو عظیم تصنیفات اور دو مقالے جن میں سے ہر ایک کا فقط ایک مخطوطہ نسخہ باقی بچا ہے؛ایک " المنمق" اور دوسری "المحبر". ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب المحبر پانچویں صدی ہجری میں بہت مشہور تھی۔اسی وجہ سے خطیب نے اس کا ذکر کرنے کے فوراًبعد کہا ہے کہ "کتاب المحبر کے مصنف"۔اس کے بعد اس نے لکھا ہے کہ اس نے ہشام کلبی سے روایت کی ہے۔وہ اصل میں بغداد کے رہنے والے تھے لیکن ذوالحجہ ۲۴۵ھ میں سامرا میں وفات پائی۔[63]

یاقوت نے اس کی سوانح حیات ندیم اور مرزبانی سے بیان کی ہے۔ مرزبانی نے کہا ہے وہ دوسروں کی کتابوں سے اقتباسات اپنی کتب میں درج کرتا تھا۔انہی میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اسماعیل بن ابی عبید اللہ کی لکھی ہوئی کتاب کو اول سے لے کر آخر تک اپنی کتاب میں درج کیا ہے نہ ایک لفظ زیادہ نہ کم۔[64] مسعودی نے اس کے نام کے تذکرے کے ساتھ اس کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے۔[65] ساتویں صدی کے شیعہ عالم ابن طاووس (م ذی قعدہ 664) کے پاس "المحبر" کا ایک نسخہ تھا اور اانہوں نے اپنی کتاب " طرائف " میں اس کے حوالے سے نقل کیا ہے جہاں چھ صحابہ اور چھ تابعیوں کے متعہ کے جواز پر نظریے کو بیان کیا ہے۔ کلبرگ نے لکھا ہے : موجودہ متن میں صرف پانچ صحابہ کا ذکر ہے اور تابعیوں میں سے کسی کا ذکر نہیں ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ ابن طاووس کے پاس اس کتاب کا جو نسخہ تھا وہ اس اکلوتے نسخے سے مختلف تھا جو برٹش میوزیم میں موجود ہے جس کی بنیاد پر محقق نے یہ کتاب شائع کی ہے۔[66] محمد بن حبیب کی "مَن استُحیِیَتُ دَعوَتُہ" نام کی ایک اور کتاب ابن طاووس کی دسترس میں تھی جس کا انہوں نے خلاصہ لکھا۔ انہوں نے "مُہج الدعوات اور اقبال الاعمال" میں اس کتاب سے نقل کیا ہے۔اس کتاب کا ابھی کوئی نام ونشان نہیں ملتا۔[67] اہم بات یہ ہے کہ اس وقت ان کی باقی ماندہ دو تصانیف بہت قیمتی اور منفرد تاریخی خبروں پر مشتمل ہیں۔ یہ دونوں کتابیں عربوں کی سماجی اور قبائلی زندگی اور باہمی تعلقات کے بارے میں معلومات پر مشتمل ہیں نیز چھوٹے چھوٹے مقالوں پر مشتمل ہیں، جن میں سے ہر ایک کا مقصد ایک مخصوص قسم کی سماجی اور تاریخی معلومات کو ریکارڈ کرنا ہے۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ المنمق کتاب میں سب سے زیادہ روایات واخبار قریش اور بالخصوص دور جاہلیت کے متعلق ہیں۔[68]

بحث کا آغاز قریش کے نسب سے ہوتا ہے، پھر عباس کے فضائل بیان ہوتے ہیں اس کے بعد حلف الفضول، دیگر حلفوں، خاندان قریش کے درمیان تنازعات اور عداوتوں پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔اسی کا ایک اور حصہ جو انہی موضوعات کے گرد گھومتا ہے اس میں قریش کے خاص ایام العرب کا تذکرہ ہے جس کی تاریخی نقطہ نظر سے بڑی اہمیت ہے۔ اس کی روایات اسلامی دور کے ساتھ مخصوص ہیں؛ مثال کے طور پر اس طرح کی بحثیں: رسول اللہ ﷺ کو ایذائیں دینے والے، قریش میں مذاق اڑانے والے، قریش میں سے رسول اللہ ﷺ سے شباہت رکھنے والے، دوسرے حصوں میں یہ موضوعات ہیں: قریش کے نابینا افراد، قریش کے احول افراد، قریش کے کوسج (جس کے رخساروں پر بال نہ ہوں) افراد، نیز ان افراد کا تعارف جن کی مائیں عیسائی، یہودی، نبطی یا حبشی اور سندھی تھیں۔

ابن حبیب کی کتاب "المحبر "[69] یہ اسلامی دور سے متعلق ہے اور در حقیقت مختلف موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مقالوں کا مجموعہ ہے۔اس میں سیرت کے اہم موضوعات کو اختصار کے ساتھ غیر منظّم انداز سے بیان کیا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت سے لے کر، عقد مؤاخات، رسول اللہ ﷺ کی بیویاں، غزوات اور سرایا، بدر میں شرکت کرنے والوں کے نام ، تبوک میں خلاف ورزی کرنے والے، رسول اللہ ﷺ کے نقباء جیسے موضوعات بیان ہوئے ہیں۔اس کے ساتھ کچھ موضوعات کا انتخاب کرکے ان کے مصادیق کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جیسے انصار کے فرزندان جن کا نام محمد تھا، دور جاہلیت میں اپنے اوپر شراب حرام کرنے والے افراد، حمیر، کندہ اور غسان کے بادشاہ، ان عورتوں کے حالات جنہوں نے پہلے شوہر کے مرنے کے بعد شادی نہیں کی، عربوں کے بت، زمانہ جالیت میں عربوں کا حج اور ان کا تلبیہ، وہ مرد حضرات جن کی ظہور اسلام کے وقت دس بیویاں تھیں، شرفاء میں سے سولی پہ چڑھائے گئے افراد کے نام، وہ عورتیں جنہوں نے زندگی میں تین سے زیادہ شادیاں کیں وغیرہ۔

اس نے اپنی ان دو کتابوں میں اپنے سے پہلے کی کئی مشہور شخصیات کا ذکر کیا ہے۔ غالباً اس کی کتابوں میں سب سے زیادہ نام ہشام کلبی کا لیا گیا ہے جو اس کے اساتذہ میں سے تھا اور اس کے کام کا شعبہ بھی مشترک تھا۔اس کے علاوہ دیگر نام یہ ہیں :ابو عبیدہ معمر بن مثنی، ہیثم بن عدی، عبد العزیز بن عمران، ابن اسحاق، واقدی۔

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ ابن حبیب کا ایک اور کتابچہ بعنوان " من نسب الی امّہ من الشعراء " عبد السلام ہارون کے ذریعے شائع ہو چکا ہے۔[70] دلچسپ بات یہ ہے کہ وہ خود اپنی والدہ حبیب کے نام سے مشہور تھا۔ عبد السلام نے محمد بن حبیب کا ایک اور کتابچہ " اِسماء المغتالین من الاشراف فی الجاہلیۃ و الاسلام واِسماء من قتل من الشعراء "کے عنوان سے شائع کیا ہے۔[71] نیز ایک اور مقالہ " کنی الشعراء و من غلبت کنیتہ علی اسمہ "[72] اور "القاب الشعراء و من یعرف منہم بأمہ ". کے عنوان سے شائع ہوا ہے[73] ان سب سے اہم مقتولین کے ناموں کا کتابچہ ہے جس میں بہت سے خلفاء، حکرانوں ، مشہور شاعروں وغیرہ کے حالات زندگی موجود ہیں ان کے علاوہ اس نے چند صفحات میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی شہادت کے واقعات کو بھی قلمبند کیا ہے۔[74]

محمد بن حبیب کی کتاب "امالی " ابن ابی الحدید کی دسترس میں تھی اور اس نے مختلف جلدوں میں اس کے حوالے سے نقل کیا ہے[75] کہا جاتا ہے کہ وہ شیعہ رجحانات رکھتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں بھی ابوبکر اور عمر کا نام آتا ہے تو «رحمہ اللہ» کے الفاظ لکھتا ہے اور جہاں پر خدیجہ اور امام علی علیہ السلام کے نام آتے ہیں تو «رضی اللہ عنہ» کے الفاظ لے کر آتا ہے۔[76] اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ اس نے کہا ہے کہ عمر احول تھے[77] اور یہ کہ اس نے اسلام لانے سے پہلے اپنی مسلمان ہونے والی کنیز کو مارا پیٹا تھا۔[78] یہ بات کہنی چاہیے کہ مصنف

نے بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ بہت سارے قریشیوں، صحابہ اور ان کی اولادوں کی بہت ساری خامیوں اور برائیوں کو بیان کیا ہے۔ صحابہ اور ان کی اولادوں میں سے جن پر شرعی حد جاری کی گئی ان کی فہرست پیش کرنا، اس کی آزادانہ سوچ، یا صحابہ کی قدح کو، اس کے شیعی رجحانات و میلانات کی تصدیق کے طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔ شاید یہی مسئلہ پوری تاریخ میں سنی علماء کی طرف سے کتاب "المنمق" کو نظرانداز کرنے کی وجہ بنا رہا ہے۔[79]

ازرقی (م ح 248)

ابوالید محمد بن عبد اللہ بن احمد ازرقی، اہم ترین کتاب "مکہ و اخبارہا و جبالہا و اودیتہا" کے مصنف ہیں جو کہ مکہ کی تاریخ کے بارے میں ایک لازوال کتاب ہے۔ ابن ندیم نے اسے «احد الاخباریین و اصحاب السیر» یعنی سیرت نگاروں اور علمائے حدیث میں ایک منفرد شخصیت کہا ہے۔ اور اسی وجہ سے اسے مؤرخین میں شمار کیا گیا ہے اور اس کی کتاب مکہ کو عظیم کتاب قرار دیا ہے۔[80]

مصنف کی یہ تصنیف اگرچہ مقامی نوعیت کی تاریخ ہے لیکن اس امر کی وجہ سے کہ اس نے اسلامی دنیا کے مقدس ترین شہر کی تاریخ لکھی ہے جو درحقیقت تاریخ اسلام کے لئے ایک اہم منبع اور مصدر بن گئی ہے۔ جو کہ " اخبار مكة و ما جاء فيها من الاثار " کے نام سے شائع ہوئی ہے۔

کتاب کے مصنف کے بارے میں غور طلب بات یہ ہے کہ یہ کتاب محمد بن عبد اللہ نے لکھی ہے: سوائے اس کے کہ اس کتاب میں اس کا کردار صرف یہ تھا کہ اس کا بہت بڑا حصہ اس نے اپنے دادا احمد بن محمد بن ولید سے روایت کیا ہے بہت تھوڑا حصہ اس نے دوسروں سے لیا ہے، شاید اسی بنیاد پر اس کتاب کا اصلی مصنف اس کے دادا کو مانا جائے نہ کہ خود اسے۔ جیسا کہ ویسٹن فیلڈ کا خیال ہے اس کے مطابق کتاب میں موجود کچھ دیگر اسناد اور اس کتاب اور سیرت ابن ہشام کے درمیان موجود مماثلتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کتاب "اخبار مکہ" اصل میں موجودہ حجم سے چھوٹی تھی اور وقت کے ساتھ بعض دوسرے مواد کو شامل کرتے ہوئے اس کا حجم بڑھا دیا گیا ہے۔[81]

کتاب "اخبار مکہ" کا متعدد بار خلاصہ کیا گیا اور اسے منظوم شکل میں بھی ڈھالا گیا ہے۔

اخبار مکہ، کے ابتدائی ابواب میں مکہ مکرمہ کی تاریخ کا آغاز خانہ کعبہ کی تاریخ سے کیا گیا ہے اور خانہ کعبہ اور مسجد الحرام کا تاریخی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جرہمیوں اور مکہ پر ان کی حکومت کا تذکرہ، پھر خزاعہ اور اس کے بعد قریش کا ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح بت پرستی کی بحث اور دور جاہلیت میں اس کے رواج پانے کے اسباب اور دوران جاہلیت حج کی ادائیگی کی بحث۔ اس کے بعد ظہور اسلام کے بعد کعبہ اور مکہ کی تاریخ، امویوں کے ہاتھوں کعبہ کے جلائے جانے تک بیان کی گئی ہے۔ کعبہ کے ستون اور اس کے دیگر حصوں کے ساتھ ساتھ مسجد الحرام کے بارے میں اور

اس کی تاریخ کو پوری تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ شہر، اس کے مکانات اور اس کے محلوں کا درست جغرافیہ، بعد از اسلام مکہ کی اہم شخصیات کے گھر، نیز شہر کے محلوں اور قبرستانوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ سب اس کتاب کے ابواب ہیں۔

یہ کتاب پہلی دفعہ ویسٹن فیلڈ کے ذریعے سنہ ۱۸۵۸ء میں یورپ میں موجود اس کے تین نسخوں کی بنیاد پر شائع ہوئی۔ موجودہ رائج ایڈیشن ۱۳۵۲ھ میں، رشدی ملحس کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا۔ مصحح نے اس کتاب میں ازراقی کے بیان شدہ دور کے بعد خانہ کعبہ کی تعمیر نو کی تاریخ کے بارے کچھ اضافی معلومات شامل کی ہیں اور ساتھ ہی مکہ میں حالیہ دنوں تک آنے والے سیلابوں کی تفصیل اور کچھ دیگر مسائل کا بھی اضافہ کیا ہے۔ "اخبار مکہ" سنہ ۱۴۱۱ھ میں قم میں رشدی ملحس کی طباعت سے آفسٹ ہو کر زیور طبع سے آراستہ ہوئی ہے۔ نیز اس کا فارسی میں ترجمہ ڈاکٹر محمود مہدوی دامغانی نے کیا ہے۔

زبیر بن بکار (م256)

زبیر بن بکار اس نسل کے آخری فرد ہیں جس کے کام کا طریقہ عمومی تاریخ نہ تھا بلکہ واقعات کے مونو گراف لکھنا تھا۔ اس مونو گراف کا مطلب مختصر مقالہ نویسی ہر گز نہیں؛ چنانچہ بطور مثال نصر بن مزاحم کی «وقعۃ صفین» کو اس کے بڑے حجم کے ساتھ مونو گراف شمار کرنا ہوگا۔ زبیر بن بکار کی زیادہ تر تصنیفات کا سابقہ اخبار و روایات ہیں۔ یاقوت نے زبیر بن بکار کو «اخباری» کے عنوان سے یاد کیا ہے۔[82]

زبیر بن بکار، عبد اللہ بن مصعب بن ثابت کے بیٹے تھے اور ثابت، عبد اللہ بن زبیر کے بیٹے تھے جس نے سالہا سال حجاز اور عراق پر حکومت کی اور بنو امیہ کے خلاف ڈٹا رہا اور آخر کار ۷۳ھ میں وہ قتل ہوا۔ زبیر کا خاندان علم سے وابستہ رہا ہے۔ ان کے پیشروؤں میں سے ایک عروۃ بن زبیر ہے جو حضرت عائشہ کی روایات کا بنیادی راوی ہے، ان کے بعد والوں میں ایک مصعب زبیری اور دوسرا یہی زبیر بن بکار ہے. مصعب، زبیر بن بکار کا چچا تھا، اور علمی لحاظ سے ان دونوں کا میدان ایک جیسا تھا اس کا ایک اہم گواہ یہ ہے کہ نسب قریش کے موضوع پر دونوں کی کتابیں موجود ہیں۔

زبیر بن بکار کے کام کا علمی میدان، تاریخ، نسب و شعر و ادب ہے. یہ ایسے علوم تھے جن کا آپس میں گہرا ربط ہے۔ زبیر بن بکار ادبی اور تاریخی معلومات میں انتہائی مہارت رکھتا تھا۔ اس کی کتاب "موفقیات" اور کتاب "نسب قریش و اخبارہا" دونوں اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ وہ تاریخی واقعات اور قریش کے بااثر قبائل کے انساب پر

مسلط تھا۔اس کی ایک اور کتاب " ازواج النبی ﷺ" باقی ہے جو سکینہ شہابی کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔[83]

یہاں اس بات کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی بالخصوص اس کے نصف اول کی باقی ماندہ تصانیف ہر لحاظ سے تاریخی غنیمت اور خزانہ شمار ہوتی ہیں۔ یہ تصانیف ایسی اخبار و روایات سے بھری پڑی ہیں جنہوں نے ابھی تک موجودہ سماجی اور مذہبی دباؤ کو برداشت کئے رکھا ہے اور ان میں سے آپ کو بہت زیادہ درست روایات اور سچی خبریں مل سکتی ہیں۔ علاوہ از این اس صدی کی تصنیفات (البتہ اس میں دوسری صدی کی چند مختصر اور تفصیلی تحریروں کو چھوڑ کر) درحقیقت وہ قدیمی ترین کتابیں ہیں جو ہماری دسترس میں آئی ہیں اور لازمی طور پر پہلی دو ہجری صدیوں کے تاریخی حالات واقعات کے تجزیہ و تحلیل میں ہمارا انحصار انہی کتابوں پر ہو گا۔

زبیر بن بکار کی باقی ماندہ تصانیف اسی قبیل کی ہیں،ایسی تصانیف جن میں بعض خاندانی اور قبائلی میلانات اور رجحانات کے باوجود منفرد اور انتہائی قابل قدر تاریخی روایات موجود ہیں۔اس کی بھی اخبار مکہ کے بارے میں ایک کتاب تھی جس کی ایک سو تنتالیس (۱۴۳) عبارتیں فاکھی کی اخبار مکہ میں محفوظ ہیں۔[84] اس کی کتاب تاریخ المدینۃ سے مدینہ میں قبائل کی رہائش گاہوں کے بارے میں فیروزآبادی کی المغانم میں ایک اہم حصہ باقی ہے۔نیز ابن حجر نے الاصابہ میں اس کی کئی عبارتیں نقل کی ہیں۔[85]

زبیر بن بکار کی سیاسی و سماجی زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات میسر نہیں ہیں۔ہم صرف اتنا جانتے ہیں کہ اپنی زندگی کے آخری سالوں میں وہ مکہ مکرمہ کا قاضی تھا اور یہ عہدہ اسے (بدبخت اور گھٹیا عباسی حکمران) متوکل نے بطور صلہ دیا تھا۔اس سے پہلے بھی وہ عباسی حکومت سے وابستہ رہا تھا۔مزید یہ کہ کتاب الموفقیات، کا نام متوکل عباسی کے بیٹے ابواحمد طلحۃ الموفق کے نام سے لیا گیا۔ابواحمد اپنے بھائی معتمد کے عہد خلافت میں ولی عہد تھا لیکن موت نے اسے مہلت نہ دی اور اسے خلافت کی کرسی پر بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔

زبیر بن بکار نے کتاب الموفقیات کا نام اس کے نام پر رکھا اس سے اس کے عباسی خاندان کے ساتھ قریبی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ بہر حال وہ ایک بااثر عالم تھا،اس کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا اور بطور طبیعی وہ ایک نامور شخصیت شمار ہوتا تھا؛ خصوصاً چونکہ اس نے ایک لمبی عمر گذاری تھی اور اسے اپنے اثر و رسوخ کو بڑھانے کا خوب موقع ملا تھا۔اس نے ۸۴ سال کی عمر میں ماہ ذوالحجہ سنہ ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔اہلسنت کے رجالی منابع میں عام طور پر اس کی توثیق کی گئی ہے۔ دارقطنی، بغوی اور خطیب بغدادی کا شمار ان افراد میں ہوتا ہے جنہوں نے اسے ثقہ قرار دیا ہے؛ لیکن احمد بن علی سلیمانی نے اس پر سخت تنقید کی ہے اور اسے "منکر الحدیث" کہا ہے اور اسے حدیث گھڑنے والوں میں شمار کیا ہے۔[86]

اس صورت میں ابن حجر کے اس کے دفاع کے باوجود اس کی روایات کے بارے میں محتاط ہونا چاہیے۔ ہم سلیمانی کے مذکورہ معیارات کو اس کے تضعیف یا توثیق میں معتبر نہیں سمجھتے۔ شاید اس پر یہ الزام ان روایات کی وجہ سے لگایا گیا ہو جو اس نے سقیفہ کے بارے میں بیان کی ہیں، ممکن ہے اس کی وجہ وہ عمومی بد گمانی ہو جو اس زمانے کے راویان حدیث کو لاحق تھی۔ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ سلیمان کو اس کے بارے میں خاص معلومات تھیں یا اس کی روایت کو ضعیف راویوں سے نقل شدہ سمجھا ہو (جیسے یہ کام اس زمانے کے راویان حدیث اپنی تاریخی کتابوں کو ضخیم اور فائدہ مند بنانے کے لئے کیا کرتے تھے) یہ آخری بات زبیر کے بارے میں سلیمانی کی کہی گئی اس بات سے مطابقت نہیں رکھتی کہ وہ حدیث جعل کرنے والوں میں سے تھا۔ بہر حال یہ کہنا چاہیے کہ مؤرخین اور راویان حدیث کی توثیق یا تضعیف کرنا ہمیشہ سے ایک مشکل مسئلہ رہا ہے، اس بابت محفوظ رہنے والے مؤرخین بہت کم ملیں گے۔

زبیر بن بکار کی شخصیت سے ہٹ کر یہ کہنا چاہیے کہ خوش قسمتی سے اس کی کتاب موفقیات تاریخی روایات کا ایسا مجموعہ ہے جس کی ہر روایت مستند طور پر نقل ہوئی ہے اور اس پر حدیث کا انداز غالب ہے؛ یعنی ہر حکایت کی اپنی جداگانہ سند ہے اور اس پہلو سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ تاہم اس حقیقت کا بھی برملا اظہار ہونا چاہیے کہ کسی روایت کی سند اور اس کے راویوں کے صحیح ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مذکورہ روایت لازماً درست ہے کیونکہ جعلی سند بنانا، جعلی روایت بنانے کی طرح کوئی مشکل کام نہ تھا۔ اس لئے ضروری ہے کہ روایات کے متون کا بڑی باریک بینی سے جائزہ لیا جائے اور اس کے ساتھ سند کی بھی جانچ پڑتال کی جائے۔

ہم نے ذکر کیا کہ اس زمانے کی تاریخ کی کتابیں یا تو خاص واقعات کے بارے میں مونوگراف ہیں یا کسی تاریخی دور کی عمومی تاریخ ہیں؛ اور ہم نے یہ بھی کہا ہے کہ زبیر بن بکار کا تعلق مونوگراف قسم کی تاریخ نگاری والی نسل سے ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اخبار الموفقیات کس طرح کی کتاب ہے؟ کتاب موفقیات ۴۲۹ تاریخی اخبار اور روایات پر مشتمل ہے ان میں سے ہر خبر دو تین سطروں سے لے کر دو یا تین صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ واقعات بنیادی طور پر تاریخی ہیں اور ان میں ادبی رنگ بہت کم ہے۔ ان کا بنیادی محور پہلی دو صدیوں کے اہم سیاسی، سماجی اور ثقافتی مسائل ہیں۔

درحقیقت زبیر بن بکار کا مطمع نظر یہ تھا کہ حالات و واقعات کے اس مجموعے میں سے دلچسپ، شیرین، سبق آموز اور اہم معلومات کو چن کر اور جمع کر کے اپنی کتاب میں پیش کرے۔ اس بنا پر کہنا چاہیے کہ اگرچہ ان کی کتاب کو کسی مشہور و معروف واقعہ کا مونوگراف یا عام تاریخ قرار نہیں دیا جاسکتا، لیکن اس میں بالکل ایک نیا اسلوب ہے جس نے اسے تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے قابل مطالعہ بنا دیا ہے۔

اس میں جو چیز اہم ہے وہ انتخاب کا اصول ہے۔کتاب کے مندرجات کی فہرست کا جائزہ لینے سے کتاب کی اہمیت مزید واضح ہو جاتی ہے۔ تقریباً تمام روایات اور اخبار کا ایک رخ ہوتا ہے ہمیں اسے مؤرخ کے نوٹس کے مجموعے سے سمجھنا چاہیے جو اس نے اپنی زندگی کے دوران ایک نوٹ بک میں فراہم کیا تھا، ہمیں معلوم ہے کہ یہ نوٹس کس قدر اہمیت کے حامل ہیں جو ایک مؤرخ نے سالوں میں مہیا کئے ہیں۔

کتاب کی تحقیق کرنے والے نے اس کی تمہید میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں زبیر بن بکار کی اخبار اور روایات تین قسم کی ہیں۔ ایک قسم ان روایات اور خبروں کی ہے جو کسی اور منبع میں مذکور نہیں ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے جو دیگر منابع میں بطور مختصر ذکر ہوئی ہے اور ان کی تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔ تیسری قسم ان خبروں کی ہے جو دوسرے منابع میں بھی پائی جاتی ہیں۔ بہر صورت ہمیں توجہ رکھنی چاہیے کہ یہ اخبار اور روایات ہمیں اس کتاب سے دستیاب ہیں جو تیسری صدی ہجری کے نصف اول میں لکھی گئی ہے۔ مصنف دوسری صدی کے اواخر یا مامون کے زمانے سے مربوط واقعات اور حوادث کے ہم عصر تھے، اس لحاظ سے کتاب کی تاریخی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

جو چیز دلچسپ معلوم ہوتی ہے وہ خبروں کے انتخاب میں مصنف کی حساسیت ہے۔ یہ انتخاب صرف ظاہری اعتبار سے دلچسپ نہیں ہے بلکہ ایک مضبوط فکری اور تجزیاتی رجحان کا حامل ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان منقولہ باتوں میں سے اکثر پہلی دو ہجری صدیوں کی تاریخ کے تجزیے میں کارآمد ہیں اور ایسی خبریں بہت کم ہیں جنہیں نظرانداز کر دیا جائے۔ البتہ ایک محقق کو پوری کتاب پڑھنی چاہیے تاکہ کتاب میں بکھری ہوئی باتوں سے بہرہ مند ہو سکے۔ کیونکہ اس کتاب کی کوئی خاص تاریخی ترتیب نہیں ہے اور شروع ہی سے مصنف کا ایسا کوئی ہدف نہیں تھا۔

قبل اس کے کہ ہم کتاب کے مواد کا تفصیلی جائزہ لیں، یہ بات ہم "موفقیات" کے بارے میں کہتے ہیں جس کا باقی ماندہ نسخہ بد قسمتی سے مکمل نہیں ہے اور کتاب کا صرف ایک حصہ جو نسبتاً تفصیلی ہے، ہمارے لئے دستیاب ہے۔ تاہم اس کے محقق نے اس کتاب کے گمشدہ حصے کو ان روایات کی مدد سے دوبارہ بنانے کی کوشش کی ہے جو گذشتہ صدیوں میں دوسروں نے اس کتاب سے اخذ کی تھیں، لھذا «قسم الضائع» جو کہ شمال ۵۸ کی تاریخی خبر تھی اور بنیادی طور پر ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ سے ہے، کتاب کے آخر میں (ص ۵۷۳ کے بعد) آئی ہے، اس حصے کو منسلک کرنے پر محقق کا مشکور ہونا چاہیے۔ ایسا لگتا ہے کہ تاریخی خبروں میں کتاب کی صاف گوئی نے متعصب افراد کے لئے اسے ناقبل برداشت بنا دیا تھا اور اسی وجہ سے زیر بحث کتاب بھی تیسری صدی کی دیگر کتابوں کی طرح عدم توجہ کا شکار ہو گئی جس کی وجہ سے اس کا بڑا حصہ ضایئع ہو گیا ہے۔

اس حقیقت کے باوجود کہ زبیر کے خاندان کے بنی ہاشم کے ساتھ اچھے تعلقات نہیں تھے،اخبار الموفقیات، میں امام علی- علیہ السلام کے بارے میں اہم روایات موجود ہیں۔ان میں سے ایک دلچسپ عنوان «رسول الله یوصی بولایة علی» کے تحت یوں نقل ہوئی ہے: ... عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اوصی من آمن بالله و صدقنی بولایة علی بن أبی طالب، من تولّاه فقد تولّانی و من تولّانی فقد تولّی الله، و من أحبّه فقد أحبّنی و من أحبّنی فقد أحبّ الله عزّوجل.

ترجمہ: جو بھی اللہ پر ایمان لایا ہے اوراس نے میری تصدیق کی ہے، میں اسے ولایت علی ابن ابی طالب کی وصیت کرتا ہوں جس نے ان کی ولایت کو قبول کیا اس نے میری ولایت کو قبول کیا، جس نے میری ولایت کا دم بھرا اس نے اللہ کی ولایت کو تھام لیا، جس نے ان سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ جل جلالہ سے محبت کی ہے۔[87] اس خبر کے تسلسل میں اس نے مزید تین اسناد کا حوالہ دیا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مصنف اس خبر کے صحیح ہونے پر تاکید کر رہا ہے۔

عمر بن شبّہ (173- 262)

ابوزید عمر بن شبہ بن عبید نمیری بصری (از موالی بنی نمیر) نامور بصری مؤرخ ہیں۔اس کی تصانیف بعد کے ادوار میں مرتب ہونے والی کتب کے لئے اہم ماخذوں میں سے ہیں۔ ابن ندیم نے اس کا تذکرہ کیا ہے اور اس کی تصنیفات کی فہرست مرتب کی ہے۔اس کی اہم تصنیفات کوفہ، بصرہ،مکہ اور مدینہ کے بارے میں ہیں اسی طرح اس کی بعض کتابیں ادب اور انساب کے متعلق ہیں: کتاب الکوفہ، کتاب البصرة، کتاب امراء الکوفة، کتاب امراء البصرة، کتاب امراء مدینة، کتاب مقتل عثمان، کتاب محمد و ابراہیم ابنی عبداللہ بن حسن وغیرہ... [88] اس کی سب سے اہم اور قابل قدر تصنیف "تاریخ المدینة المنورة" ہے جو فہیم محمد شلتوت کی تحقیق سے باقی ماندہ واحد نسخہ کی بنیاد پر چار حصوں (دو جلدوں) میں چھپ چکی ہے۔[89]

مدینہ کی تاریخ کی سب سے قدیم کتاب، ابن زبالہ کی کتاب "تاریخ مدینہ" ہے جس کے کچھ حصے سمہودی کی "وفاء الوفاء" میں موجود ہیں اور ویسٹن فیلڈ نے ان حصوں کو "تاریخ المدینة ابن زبالہ" کے نام سے شائع کیا ہے۔بد قسمتی سے اس کتاب کا باقی ماندہ نسخہ ناقص ہے۔جو کچھ موجود ہے وہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔پہلا پیغمبر اکرم ﷺ، سے متعلق ہے،دوسرا حصہ حضرت عمر کے بارے میں اور تیسرا حصہ حضرت عثمان کے بارے میں ہے۔تینوں حصے آغاز اور اختتام کے لحاظ سے نامکمل ہیں لیکن جتنا بچ گیا ہے وہ بہت غنی اور قدر و قیمت کا حامل ہے. ابن شبہ نے کتاب کے پہلے حصے میں مدینے اور اس کی تہذیب وتمدن اور آبادی کے بارے میں بڑی عمدہ

معلومات فراہم کی ہیں۔اس نے اس دور کی سیاسی تاریخ پر بہت کم توجہ دی ہے جبکہ اس کے مقابلے پر مقامات اور محلوں کے متعلق منفرد اور دقیق معلومات دی ہیں۔اس نے ان موضوعات پر گفتگو کی ہے جیسے وہ مساجد جن میں رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھی(57- 79)، کوہ احد کے بارے میں احادیث، (79- 85)، قبرستان بقیع کے متعلق روایات اور اس میں مدفون بزرگوں کی قبور کی جگہ (86- 104)، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے دفن کا مقام (104- 110)،مدینے کی وادیوں کے تذکرے اور مدینے کے جغرافیہ کے بارے میں دیگر باتیں۔اس نے نبی کریم ﷺ اور حضرت علی علیہ السلام کے مدینہ میں صدقات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے۔ان کے علاوہ اس کتاب میں غزوات، وفود اور سیرت کے دیگر موضوعات کے بارے میں بھی روایات دیکھی جا سکتی ہیں۔

ابن شبہ کی کتاب میں اہم نکتہ یہ ہے کہ وہ ان احادیث کو بیان کرنے میں بڑی بے تکلفی سے کام لیتا ہے جنہیں دوسری اور تیسری صدی کے علمائے حدیث نے ممنوعہ قرار دے دیا تھا۔اسی وجہ سے یہ کتاب ان اہم روایات سے بھری پڑی ہے جو اس دور کے تاریخی حقائق کو آشکارا کرتی ہیں۔ یہ اخبار و روایات خصوصاً جو حضرت عثمان اور ان کے خلاف لوگوں کی بغاوت سے متعلق ہیں، مفصل بیان ہوئی ہیں۔اس سلسلے میں کسی کتاب نے اس واقعہ کی تفصیلات کو اس کتاب کی طرح درست اور گہرے انداز سے بیان نہیں کیا ہے۔

کتاب کے مندرجات پہلی جلد سے صفحہ 651 تک رسول اللہ ﷺ کے دور کی اخبار پر مشتمل ہے۔اس کے بعد حضرت عمر کے دور سے متعلق روایات ہیں اور اس میں سب سے پہلے ان کے نسب، دور جاہلیت میں اور اسلام کے زمانے میں ان کی حیثیت کے بارے میں روایات بیان ہوئی ہیں۔اس حصے میں حضرت عمر کے طرز حکمرانی اور مختلف شعبوں میں ان کی اختراعات، بشمول نماز تراویح کا قیام اور دیگر موضوعات جیسے سیرت عمر اور موافقات عمر (ص 859) پر تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ حضرت عمر سے متعلق حصے کے آخر میں ان کے قتل، شوریٰ خلافت کی تشکیل کے واقعات اور روایات ذکر ہوئی ہیں۔ (ص 868)

حضرت عثمان سے متعلق روایات کا آغاز صفحہ 952 سے ہوتا ہے۔اس حصے میں پہلے ان کے دینی اقدامات بشمول بعض قوانین کی تشریع، جمع قرآن اور قرآن کے ایک نسخے کی تیاری جیسے عنوانات ہیں اور آخر میں حضرت عثمان کے خلاف بغاوت کی روایات مکمل تفصیلات کے ساتھ نقل ہوئی ہیں۔اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ابن شبہ کی "تاریخ مدینہ" وہ قدیمی ماخذ ہے جس کی روایات ہر لحاظ سے قابل ذکر ہیں اور یہ کتاب پہلا تاریخی متن ہے جو مقامی تواریخ میں سے مدینۃ الرسول کی تاریخ کے اہم ترین متن کے طور پر ہم تک پہنچا ہے اور اسی طرح اس میں پہلے خلفاء کے دور کی اہم خبریں بھی ہم تک پہنچی ہیں۔

چنانچہ اب تاریخ اسلام کا کوئی بھی محقق مدینہ اور پہلے خلفاء کے دور کی تاریخ کے بارے میں اس کتاب میں موجود متنوع موضوعات کا احاطہ کئے بغیر تحقیق نہیں کر سکتا۔ تاریخ المدینہ، کے علاوہ ان کی ایک مخطوطہ کتاب "جمہرۃ اشعار العرب" کے نام سے باقی ہے جس کی ایک کاپی قاہرہ میں موجود ہے. تاریخ طبری میں اس کی کتاب "اخبار اہل البصرۃ" کے کچھ پیراگراف موجود ہیں۔[90] اس کی کتاب "اخبار بنی نمیر" کی کچھ عبارتیں الاغانی میں موجود ہیں۔ نیز ابن حجر نے الاصابہ میں اس کی کتاب "اخبار مکہ" سے کچھ اقتباسات نقل کئے ہیں۔ ابوالفرج اصفہانی نے بھی "مقاتل" میں اس کی کتاب "اخبار محمد و ابراہیم ابنی عبد اللہ" سے مواد نقل کیا ہے۔[91]

ابن قُتَیبہ (213- 276)

ابو محمد عبد اللہ بن مسلم المعروف ابن قتیبہ مروزی دینوری تیسری صدی ہجری کے اہلسنت کے ادیبوں اور مؤرخوں میں سے ہیں۔ . ادب، حدیث، قرآن اور تاریخ میں اس کی تصانیف ہیں جن میں سے اکثر کثرت استعمال کی وجہ سے باقی بچ گئی ہیں۔ اس کے والد کا تعلق مرو سے تھا وہ خود بغداد میں پیدا ہوئے اور کچھ عرصہ شہر دینور میں قاضی رہے۔ بغداد میں یہ شخصیات اس کے اساتذہ میں سے تھیں: محمد بن سلام جُمَحی (م 231)، یحییٰ بن اکثم قاضی (م 242) ابوحاتم سہل بن محمد سجستانی (م 248 یا 255) اور اس دور کے چند دیگر نامور محدثین اور اخباریین۔ اس کی بعض تصانیف یہ ہیں: غریب القرآن، مشکل القرآن، مختلف الحدیث، دلائل النبوۃ، الاختلاف فی اللفظ، ادب الکاتب، الاسئلۃ والاجوبۃ، فضل العرب علی العجم، عیون الاخبار، طبقات الشعراء، اور المعارف۔[92]

اس کا اہم ترین تاریخی کام اس کی کتاب المعارف ہے جو ایک مختصر انسائیکلوپیڈیا کی صورت میں تاریخ اسلام کے بارے میں ضروری معلومات کے بارے میں مرتب کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے یہ اپنی نوعیت کا ایک اختراعی کام ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ مسعودی نے، ابن قتیبہ پر الزام لگایا ہے کہ اس نے ابو حنیفہ دینوری کی کتابوں کا مواد اٹھا کر اپنی کتابوں میں ڈال دیا ہے۔[93] کتاب معارف کا ایک باب جو ایک سوانح عمری کی حد تک تو نہیں، صحابہ سے مخصوص ہے۔

اس کے بعد معتمد عباسی تک کے خلفاء اور ان کے مختصر حالات زندگی کا باب ہے۔ ایک باب شرفاء اور بزرگان کے بارے میں ہے جن کا کسی نہ کسی حوالے سے اس دور کے اہم واقعات میں کردار رہا ہے۔ آگے چل کر ایک باب

تابعین کے بارے میں اورایک محدثین کے تعارف سے متعلق ہے۔اس کے بعد قاریان، انساب کے ماہرین،راویان ، راویان اشعار، استادوں اور تارکین وطن[1] کے بارے میں باب ہے۔ "الاوائل "[2] کے بعد آخر میں فتوحات، عراق کے حکمرانوں، فرقوں، بادشاہوں اور امیروں کے کاتبوں اور منشیوں، حبشہ، حیرہ، اور عجم کے بادشاہوں کاتذکرہ بھی ہے۔ یہ فہرست اس بات کی تصدیق کرتی ہے ابن قتیبہ ایک جامع اور تاریخی انسائیکلوپیڈیا لیکن مختصر لکھنے کاارادہ رکھتا تھا۔ اس کتاب کا بہترین ایڈیشن ثروت عکاشہ کی اشاعت ہے جسے قم میں رضی پبلی کیشنز نے شائع کیا ہے۔[94] اس کی ایک اور تصنیف جس میں بہت ساری تاریخی معلومات ہیں کتاب "عیون الاخبار" ہے۔

یہ کتاب اس کے ادبی کاموں میں سے ایک ہے جس کاہر باب کسی ایک سیاسی ،سماجی یاادبی موضوع سے مختص ہے۔اس باب میں اس موضوع سے متعلق ہر تاریخی بات، شعر،حکایت یا مختصر جملہ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ مذکورہ کتاب چار جلدوں میں دارالکتاب العربی بیروت نے شائع کی ہے۔ نیز قم میں بھی اس کی اشاعت ہوئی ہے. ابن قتیبہ کی کتاب "الشعر والشعراء" دور جاہلیت اور اسلامی عہد کے بہت سے ممتاز شاعروں کی سوانح حیات پر مشتمل ہےاور ادب کی تاریخ کا بھی اس میں بہت سا مواد موجود ہے۔

ایک اور تاریخی کتاب جو اس کی طرف منسوب کی گئ ہے وہ کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" ہے۔کتاب المعارف کے مصحح ثروت عکاشہ اس کتاب کی ابن قتیبہ کی طرف نسبت کو غلط سمجھتاہے؛اس کی پہلی وجہ یہ ہے کہ اس کے لکھے گئے حالات زندگی میں، سوائے ابوعبداللہ توزی المعروف ابن شباط کے کسی نے بھی اس کی اس نام کی کتاب کا ذکر نہیں کیا۔کتاب کے متن میں لکھاہے کہ اس کا مصنف دمشق میں تھا جبکہ ابن قتیبہ بغداد سے باہر دینور کے علاوہ کہیں نہیں گیا۔ نیز کتاب کے متن میں ابو لیلیٰ سے نقل ہواہے کہ جب وہ سن ۱۴۸ میں کوفہ میں قاضی تھااور یہ ابن قتیبہ کی پیدائش سے ۶۵ سال پہلے کی بات ہے۔

اس کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ کتاب میں ایک خاتون کے ذریعے اندلس کی فتح کی خبر ہے جسے مصنف نے دیکھا ہے جو کہ ابن قتیبہ کے سال پیدائش سے میل نہیں کھاتا۔مصنف کتاب نے مراکش پر موسی بن نصیر کے حملے کی

---

1 - جیسے سعد ابن ابی وقاص جو مدینہ سے عراق منتقل ہوئے۔

2 - تاریخ نویسی کاایسا شعبہ ہے جو ابتدائی واقعات کے بارے میں ہے۔

بابت بتایا ہے کہ اس شہر کو یوسف بن تاشفین نے ۴۵۵ میں تعمیر کیا تھا اور یہ بھی ابن قتیبہ کے سن وفات (۲۷٦) سے ہم آہنگ نہیں ہے۔[95]

غالباً کتاب الامامۃ والسیاسۃ کا ابن قتیبہ، کی کتاب کے نہ ہونے کی بنیادی اور اہم وجہ اس کی نثر کا دوسری تصانیف کی نثر سے عدم مطابقت ہے،علاوہ ازاین تاریخ میں اس کا طرز نگارش،اور جو اس نے المعارف میں روش اپنائی وہ الامامۃ والسیاسۃ کے طرز تحریر سے بالکل موافق اور ہم آہنگ نہیں ہے۔اسی طرح سقیفہ اور اس دور میں مسلمانوں کے درمیان اختلافات کے بارے میں جو باتیں "امامت وسیاست" کہی گئی ہیں،ان سے ابن قتیبہ کا مذہبی رجحان بالکل مختلف ہے۔البتہ اس نے کتاب "الاختلاف" میں ایک ایسی عبارت ہے جس سے اس کے شیعہ ہونے کے گمان پیدا ہوتا ہے جس کا جواب عکاشہ نے دینا چاہا ہے۔[96]اس نے مشبّھہ کا مقابلے کرتے ہوئے،اپنے آپ کو کسی حد تک اہل حدیث جو کہ سخت متعصب سنی ہیں کے مقابل لاکھڑا کیا ہے اور انہیں اپنا مخالف بنالیا ہے۔ایک اور مقام پر وہ اہل حدیث سے اس بات پر نالاں ہے کہ انہوں نے حضرت علی علیہ السلام کے فضائل بالخصوص حدیث غدیر کو چھپایا ہے اور شکوہ کیا ہے کہ اہل حدیث مخالفین (روافض) کی وجہ سے حقائق کو کیوں چھپاتے ہیں۔[1]تاہم وہ ایک سنی ہے اور شیعوں سے اس کا دور کا بھی واسطہ نہیں۔[97]

[1] - «الاختلاف فی اللفظ» (تحقیق محمد زاہد کوثری، صص 47- 49) میں ابن قتیبہ کی عبارت کا ترجمہ یوں ہے: میں اس بات کا گواہ ہوں کہ علی علیہ السلام سے رافضیوں کی دوستی اور انہیں افضل جاننے میں افراط کی وجہ سے انہوں نے علی علیہ السلام کو حد سے زیادہ گرادیا ہے ان کا حق ادا نہیں کیا ہے اور ان کی بد گوئیاں کی ہیں۔اگرچہ انہوں نے واضح طور پر انہیں ظالم نہیں کہا لیکن ان پر ناحق خون بہانے کی تہمت لگائی ہے،ان پر قتل عثمان میں شریک ہونے کا الزام لگایا ہے،انہیں ائمہ ہدایت سے خارج کرکے فتنہ کے اماموں میں شامل کیا ہے۔انہوں نے ان کے خلیفہ ہونے سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ ان کے بارے میں لوگوں کے درمیان اختلاف تھا جبکہ یہی لوگ یزید کو خلیفہ مانتے ہیں کیونکہ سب لوگوں نے اسے قبول کیا ہے۔بہت سے محدثین ان کے فضائل بیان کرنے اور جو کچھ ان کے بارے میں نقل ہوا ہے اس کا اظہار کرنے سے گریز کرتے ہیں حالانکہ یہ تمام احادیث صحیح طرق سے نقل ہوئی ہیں۔اہل حدیث ان کے بیٹے حسین علیہ السلام کو خارجی سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اس نے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا تھا اس لئے وہ مھدور الدم یعنی ان کا خون بہانا حلال تھا؛ چنانچہ پیغمبر اکرم نے فرمایا ہے: من خرج علی امتی وھم جمیع فاقتلوہ کائنا من کان. (جو میری امت کے خلاف اٹھ کھڑا ہو جبکہ وہ متحد و متفق ہوں تو اسے قتل کردو، وہ جو بھی ہو) ہاں ! وہ علی اور اہل شوریٰ کو اس دلیل کی بناپر برابر سمجھتے ہیں کہ اگر عمر علی کو افضل سمجھتے تو وہ علی علیہ السلام کو موقع دیتے۔وہ علی علیہ السلام کا ذکر کرنے سے کتراتے ہیں یہاں تک کہ ان کے فضائل پر مشتمل حدیث کو نقل کرنے سے گریزاں ہیں اور نہ فقط ان کے فضائل کی حدیث بیان نہیں کرتے بلکہ ان کی بجائے سب فضائل عمرو بن عاص اور معاویہ کے بیان کرتے ہیں۔یوں لگتا ہے کہ وہ ان کے فضائل بیان کرکے ان دو کی طرف توجہ نہیں

بہر صورت کتاب الامامۃ والسیاسۃ، اگر ابن قتیبہ کی کتاب نہ بھی ہو تو بھی تیسری صدی کی قابل قدر تاریخی کتاب ہے۔ یہ کتاب دراصل تاریخ خلفا ہے. اس میں بحث کا آغاز ابوبکر کی جانشینی سے ہوتا ہے اور عراق کے حالات و واقعات کا سہارا لیتے ہوئے امین کے قتل ہونے تک جاری رہتی ہے. اس کتاب کی بہت سی روایات منفرد اور اسی کتاب میں منحصر ہیں جن کی تائید دیگر تاریخی شواہد سے ہوتی ہے لیکن وہ ہو بہو دوسری روایات میں نہیں ملتیں۔اس وجہ سے اس کتاب کو خلیفہ اول سے لے کر پہلے عباسی دور کے خلفاء کی تاریخ کے بنیادی ماخذوں میں شمار کیا جانا چاہیے۔ الامامۃ والسیاسۃ کا بچھلا ایڈیشن ۱۳۸۸ قمری میں قاہرہ میں مصطفیٰ البابی الحلبی پرنٹنگ پریس سے زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔[98] اس کتاب کی اشاعت قم میں سن 1371 شمسی میں منشورات رضی نے بھی کی ہے۔بد قسمتی سے اس کتاب میں ناشر اور اس کی اشاعت کا سال کتاب پر محفوظ نہیں رہا ہے۔

یعقوب بن سفیان فَسَوی(ح195- 277)

ابویوسف یعقوب بن سفیان فسوی تیسری صدی ہجری کے ان محدثین اور مؤرخین میں سے ہیں جنہوں نے حدیث سننے کے لئے عالم اسلام کے مختلف شہروں کا سفر کرتے ہوئے اپنی زندگی کے کئی سال گذار دیئے۔ ان کا اصل تعلق فارس کے فاسہ سے ہے اور حدیثیں لینے کے لئے انہوں نے مکہ، مصر، شام، اور عراق کے مختلف شہروں کا سفر کیا۔انہوں نے اسی سال سے زیادہ عمر گذارنے کے بعد ۱۳ رجب سن ۲۷۷ ہجری میں بصرہ میں وفات پائی۔ اس کی اہم ترین کتاب المعرفۃ والتاریخ ہے جو اکرم ضیاء العمری کی تصحیح کے ساتھ چار جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔[99]

لفظ «المعرفۃ» سے مراد راویوں کی پہچان ہے اور لفظ «التاریخ» کا مطلب ہر سال کی تاریخ ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ کتاب دونوں طریقوں کا مرکب اور مجموعہ ہے۔ بلا استثناء اصحاب رجال نے ان کی توثیق کی ہے اور ان کا تذکرہ

دلانا چاہتے بلکہ ان کا زیادہ تر مقصد علی کا مقابلہ ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص علیؑ کے بارے میں یہ کہتا ہے: «اخو رسول اللہ و ابو سبطیہ الحسن والحسین اصحاب الکساء علی و فاطمۃ والحسن والحسین» تو ان کا چہرہ بگڑ جاتا ہے، آنکھوں میں انکار کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔اگر کوئی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات کو نقل کر دے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: «من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ» و «انت منی بمنزلۃ ہارون من موسی» اور اس طرح کے دیگر اقوال، تو وہ ان کی سند میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں تاکہ اس کو غیر مستند قرار دیں، اس طریقے سے وہ شیعوں کی ضد میں علی کے حق کو پامال کرتے ہیں اور شیعوں کی مخالفت میں علی علیہ السلام کی طرف ناروا اور جھوٹی نسبتیں دیتے ہیں۔

ایک عابد، زاہد اور متقی انسان کے طور پر کیا ہے جبکہ ابن اثیر نے ان پر شیعہ ہونے کا الزام لگایا ہے۔[100] ابن کثیر نے لکھا ہے: یعقوب لیث صفاری کو اطلاع ملی کہ فسوی، حضرت عثمان کو برا بھلا کہتا ہے اس نے اسے پیش کرنے کا حکم دیا اس وقت یعقوب کے وزیر نے کہا: وہ عثمان بن عفان سجزی کو برا بھلا نہیں کہتا، بلکہ عثمان بن عفان صحابی کو برا بھلا کہتا ہے۔ یعقوب نے جواب میں کہا: اسے چھوڑ دو، عثمان صحابی کا مجھ سے کیا تعلق! [101] اس کی تصانیف میں سے کتاب المعرفۃ والتاریخ باقی رہ گئی ہے، اس کی بھی تین جلدیں، اس کی پہلی جلد گمشدہ ہے۔

نیز اس کی کتاب المشیخۃ کا کچھ حصہ باقی بچ گیا ہے، اس کی کتاب المعرفہ بعد کے مؤرخین کے پاس تھی اور بار بار مختلف مآخذ میں اس سے استفادہ کیا گیا ہے اور اس کی تعریف کی گئی ہے۔[102] بدقسمتی سے اس کا گمشدہ حصہ اسلام کی عمومی تاریخ پر مشتمل تھا جو سال بہ سال کی بنیاد پر تھی اور سفاح کے دور تک کی تاریخ تھی۔ کتاب کے مصحح نے اس حصے سے جو کچھ دوسری کتب میں نقل ہوا ہے اس کے حوالے اس کتاب کے مقدمے میں درج کئے ہیں۔[103]

باقی ماندہ دو جلدیں اسلامی تاریخ کے سنہ ۱۳۶ سے ۲۴۲ ہجری تک کے واقعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ اس نے ہر سال کے واقعات کی ایک فہرست مرتب کی ہے۔ اس لحاظ سے ہمیں یعقوبی اور دینوری کی کتابوں کے ساتھ فسوی کی کتاب کو بالخصوص "خلیفہ" کو تیسری صدی ہجری کی عمومی تاریخوں میں شمار کرنا چاہیے۔ بلا شبہ ہر سال کے تحت نقل ہونے والے مندرجات مختصر ہیں۔ اپنے ہم عصر سالوں کے واقعات میں اس نے دلچسپ معلومات فراہم کی ہیں۔ ان میں ابن شہاب زُہری کی قبر کے محل وقوع کا تعین، نیز ولید بن عبد الملک کے زمانے سے دمشق کی مسجد کی دیوار پر عمارت کے مکمل ہونے کی تاریخ اور جو قرآنی آیات لکھی ہوئی تھیں، کی معلومات قابل ذکر ہیں۔[104]

سن ۲۴۲ کے واقعات کو بیان کرنے کے بعد اس کی کتاب نے سوانح حیات اور کتاب رجال، کی شکل اختیار کرلی۔ اس نے سب سے پہلے صحابہ کے حالات زندگی بیان کئے ہیں پھر تابعین کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔ جملہ معترضہ کے طور پر "معرفۃ القضاۃ"، مصر اور اس میں داخل ہونے والے صحابہ کے فضائل، اسی طرح شام اور شام کے تابعین، پھر کوفہ اور کوفہ میں رہائش پذیر صحابہ اور تابعین کے بارے میں اخبار و روایات کا ذکر بھی کر دیا گیا ہے اسی طرح ایک باب ابو حنیفہ اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں مندرج ہے اور اسی تسلسل میں اعمش کا تذکرہ بھی ہے۔ اس لحاظ سے یہ کتاب ابن سعد کی کتاب طبقات سے ملتی جلتی ہے اور انہی تراجم (حالات زندگی) میں سے بہت سی مختلف تاریخی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔

مصحح، کی تحقیقات کے مطابق اس کتاب میں مصنف نے مجموعی طور پر ۲۳۲ شیوخ سے نقل کیا ہے علاوہ ازایں سابقہ علماء اور مصنفین سے بھی اس نے مواد لیا ہے جو بعض صورتوں میں ان کی کتب سے لیا گیا ہے۔ سیرت میں اس نے عروۃ بن زبیر سے چالیس عبارتیں نقل کی ہیں جو کہ مصحح کے نقطہ نظر سے اس کی کتاب سے نقل شدہ

نہیں ہیں۔وہ کتاب جس میں زہری کی حدیث تھی فسوی کے مآخذ میں سے ہے،بعض دوسرے علماء جن کی کتابوں سے ممکن ہے اس نے استفادہ کیا ہو ان کے نام یہ ہیں: محمد بن اسحاق، عبد الملک بن جریج (م 150)، معمر بن راشد (م 153)، لیث بن سعد (م 175)،ابو نعیم فضل بن نعیم (م 219) اور چند دیگر محدثین۔[105]

*****

References

1. Rasool, Jafarian, *Tarikh-e Siyasi-e Islam, Seerat-e-Rasool-e Khuada*(PBUH), Vol. 1, (Qom, Moasasa-e-dr Rah-e Haq, 1366 SH), 68-79.

رسول، جعفریان، تاریخ سیاسی اسلام "سیرتِ رسول خداصلى الله عليه وآله وسلم" ج 1،(قم، موسسہ در راہ حق،1366ہ،ش)، 68-79۔

2. Rasool, Jafarian, "Historiography and Muslims", *Quarterly Noor-e Marfat*, Vol. 13, Issue 4, (2022): 83-98.

رسول، جعفریان، "مسلمان اور تاریخ نویسی" سہ ماہی نور معرفت، ج13، شمارہ4،(2022ء): 83-98۔

3. Rasool, Jafarian, "Biographical Writings: Since its Begninning to Abban bin Uthman (170 AH.), *Quarterly Noor-e Marfat*, Vol. 14, Issue 2, (2023): 22-52.

رسول، جعفریان، "سیرت نگاری:آغاز سے ابان ابن عثمان تک"،سہ ماہی نور معرفت، ج14، شمارہ2،(2023ء،22-52)۔

4. Rasool, Jafarian, "Distortion in Biography", *Quarterly Noor-e Marfat*, Vol. 14, Issue 3, (2023), 90-109.

رسول، جعفریان، "سیرت میں تحریف"، سہ ماہی نور معرفت ج14، شمارہ3،(2023): 90-109۔

5. Ibid 88; Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 106.

ایضا، 88، بہ نقل از: الفھرست، 106۔

6. Ibid; Banaqal Az: *Rijal al-Najashi*, 428.

ایضا ؛بہ نقل از: رجال النجاشی،428۔

7. Ibid 89; Banaqal Az: *Tabaqat al-Kubra*, Vol. 6, 359.

ایضا، 89؛بہ نقل از:طبقات الکبری، ج6، 359۔

8. Ibid; Banaqal Az: *Al-Kamil fi-Zafaha al-Rijal*, Vol. 6, 115; *Al-Ansab*, Vol. 5, 86; *Al-Wafi Balufiyat*, Vol. 3, 83.

ایضا؛بہ نقل از :الکامل فی ضعفاء الرجال، ج6، 115؛الانساب، ج5، 86۔شاید اُس سے طنزیہ طور پر یہ بات نقل ہوئی ہے کہ اُس نے کہا: اس بار جبرائیل پیغمبر اکرم صلى الله عليه وآله وسلم پر وحی نازل کرنے کی حالت میں تھے اور علی [علیہ السلام] اُن کے

پاس موجود تھے۔ پیغمبر اکرم کسی کام سے چلے گئے تو جبرائیل نے وہ وحی علی [علیہ السلام] کو پہنچا دی۔ دیکھیں: *الوافی بالوفیات*، ج3، 83۔

9. Ibid.

ایضا۔

10. Ibid; Banaqal Az: *Al-Kamil fi-Zafaha al-Rijal*, Vol. 6, 116.

ایضا؛ بہ نقل از: *الکامل فی ضعفاء الرجال*، ج6، 116۔

11. Ibid; Banaqal Az: *Al-Kamil fi-Zafaha al-Rijal*, Vol. 6, 120.

ایضا؛ بہ نقل از: *الکامل فی ضعفاء الرجال*، ج6، ص120۔

12 . Ibid; Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 107.

ایضا؛ بہ نقل از: *الفہرست*، ص107۔

13. Ibid; Banaqal Az: *Al-Muntakhab man zil al-Mazil*, 652; *Tabaqat al-Kubra*, Vol. 3, 556-558.

ایضا؛ بہ نقل از: *المنتخب من ذیل المذیل*، ص652 ونک: *طبقات الکبری*، ج6، ص358؛ *میزان الاعتدال*، ج 3، ص558-556۔

14. Ibid; Banaqal Az: *Al-Ansab*, Vol. 5, 86.

ایضا؛ بہ نقل از: *الانساب*، ج5، 86۔

15. Ibid; Banaqal Az: *Mizan-ul-Etdal*, Vol. 4, 304; *Shazrat al-Zahahab*, Vol. 2, 13; Zariya, Vol. 19, 75; *Al-Ansab*, Vol. 5, 86.

ایضا؛ بہ نقل از: *میزان الاعتدال*، ج4، ص304؛ *شذرات الذهب*، ج2، ص13؛ *ذریعہ*، ج19، ص 75. سمعانی نے لکھا ہے کہ: کان غالیا فی التشیع. *الانساب*، ج5، 86۔

16. Ibid; Banaqal Az: *Al-Ansab*, Vol. 5, 86.

ایضا؛ بہ نقل از: *الانساب*، ج5، 86۔

17. Ibid; Banaqal Az: *Al-Najashi*, 434, Sh. 1164.

ایضا؛ بہ نقل از: *النجاشی*، ص434، ش1164۔

18. Ibid, 90; Banaqal Az: *Al-Ansab*, Vol. 5, 87.

ایضا، 90؛ بہ نقل از: *الانساب*، ج5، 87۔

19. Ibid; Banaqal Az: *Maward Tarikh al-Tabari*, Bakhsh Nakhasat, 149.

ایضا؛ بہ نقل از: *موارد تاریخ الطبری*، بخش نخست، 149۔

20. Ibid 149.

ایضا، 149۔

21. Ibid; Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 108-110; *Al-Najashi*, 435.

ایضا؛بہ نقل از: الفہرست، ص108-110؛النجاشی، ص435۔

22. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh al-Turath al-Arabi*, Vol. 1, Part 2, 52.

ایضا؛بہ نقل از: تاریخ التراث العربی، ج1، جزء 2، ص52۔

23. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh al-Adab al-Arabi*, Vol. 3, 8.

ایضا؛بہ نقل از: تاریخ الادب العربی، ج3، ص8۔

24. Ibid; Banaqal Az: *Al-Kamil fi-Zafaha al-Rijal*, Vol. 6, 115; *Al-Ansab*, Vol. 5, 86.

ایضا؛بہ نقل از: الکامل فی ضعفاء الرجال، ج6، 115۔ ان کے شیعہ ہونے کے حوالے سے ملاحظہ فرمائیں: الانساب، ج5، ص86۔

25. Ibid, 91; Banaqal Az: *Al-Kamil fi-Zafaha al-Rijal*, Vol. 6, 115.

ایضا، 91؛بہ نقل از: الکامل فی ضعفاء الرجال، ج6، 115۔

26. Ibid; Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 112.

ایضا، بہ نقل از: الفہرست، 112۔

27. Ibid 91, Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 103.

ایضا، بہ نقل از: الفہرست،103۔

28. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh al-Islam* "Al-Sira al-Nabawiyya", 13.

ایضا، بہ نقل از: تاریخ الاسلام "السیرۃ النبویۃ"، 13۔

29. Ibid, 92; Banaqal Az: *Al-Bayan wa Al-Tabayin*, Vol. 1, 347.

ایضا، 92؛بہ نقل از: البیان و التبیین، ج1، 347۔

30. Ibid; Banaqal Az: *Al-Fahrist Ibn Nadeem*, 59.

ایضا، بہ نقل از: الفہرست ابن ندیم، ص59۔

31. Ibid.

ایضا۔

32. Ibid; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra*, 136-142.

ایضا؛بنقل از: اسہامات مورخی البصرۃ، 136-142۔

33. Ibid; Banaqal Az: *Akhbar Makkah*, Faqhi, Muqadma, 34.

ایضا؛بنقل از: اخبار مکہ، فاکہی، مقدمہ،34۔

34. Ibid; 215, 225, 231, 234, 335.

ایضا۔ ان کی تاریخ وفات کے بارے میں آراء مختلف ہیں: 215،225،231،234،235۔

35. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh-e-Baghdad*, Vol. 12, 55; *Lasan al-Mizan*, Vol. 4, 253; *Al-Ansab*, Vol. 4, 232.

ایضا، بنقل از: *تاریخ بغداد*، ج12، 55؛ *لسان المیزان*، ج4، 253؛ *الانساب*، ج4، 232۔

36. Ibid 93: Banaqal Az: *Tarikh-e-Baghdad*, Vol. 12, 55.

ایضا، 93، بنقل از: *تاریخ بغداد*، ج12، 55۔

37. Ibid; Banaqal Az: *Al-Kamil fi-Zafaha al-Rijal*,Vol. 5, 213.

ایضا، بنقل از: *الکامل فی ضعفاء الرجال*، ج5، 213۔

38. Ibid; Banaqal Az: *Al-Bayan wa al-Tabayin*, 320 (Cairo, 1380 SH).

ایضا، بنقل از: *البیان والتبیین*، 320 (قاہرہ، 1380)۔

39. Ibid; Banaqal Az: *Al-Farj Baid al-Shadda*, Tanukhi, Vol. 1, 7.

ایضا، بنقل از: الفرج بعد الشدۃ، تنوخی، ج1، ص7۔

40. Ibid, 94; Banaqal Az: Moward on Ra Bangrid dar: *Shaikh al-Akhbareen*, 26-28.

ایضا94، بنقل از: موارد آن را بنگرید در: *شیخ الاخباریین*، 26- 28۔

41. Ibid; Banaqal Az: *Maward Al-Balazari*, Vol. 1, 167.

ایضا، بنقل از: *موارد البلاذری*، ج1، ص167۔

42. Ibid; Banaqal Az: *Shaikh al-Ikhbareen*, 31-34.

ایضا، بنقل از: شیخ الاخباریین، 31-34۔

43. Ibid; Banaqal Az: : *Tarikh al-Turath al-Arabi*, Vol. 1, Juz 2, 141-142; *Al-Tarikh Al-Arabi Wal-Morakhoon*, Vol. 1, 128.

ایضا، بنقل از: *تاریخ التراث العربی*، ج1، جزء2، 141-142؛ ونک: *التاریخ العربی والمورخون*، ج1، 128۔

44. Ibid; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra*, 212-215.

ایضا، بنقل از: *اسہامات مورخی البصرۃ*، 212- 215۔

45. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh-e-Baghdad*, Vol. 12, 55.

ایضا، بنقل از: *تاریخ بغداد*، ج12، 55 ۔

46. Ibid; Banaqal Az: *Shaikh al-Akhbareen*, 65-140.

ایضا، بنقل از: *شیخ الاخباریین*، 65-140۔

47. Ibid; Banaqal Az: Hamaan, 141-161.

ایضا، بنقل از: *ہمان*، 141- 161۔

48. Ibid; Banaqal Az: *Tazkra al-Ahfaz*, Vol. 2, 436.

ایضا، بنقل از: *تذکرۃ الحفاظ*، ج2، 436۔

49. Ibid 95; Banaqal Az: *Al-Bahdiya wa Al-Nayaat*, Vol. 10, 322.

ایضا95، بنقل از: البدایۃ والنہایۃ، ج10، 322۔
50. Ibid; Banaqal Az: *Akhbar al-Qazaa*, Vol. 2, 175.
ایضا، بنقل از: اخبار القضاۃ، ج2، 175۔
51. Ibid; Banaqal Az: : *Al-Fahrist*, 288.
ایضا، بنقل از: الفہرست، 288۔
52. Ibid.
ایضا۔
53. Ibid; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra*, 191.
ایضا، بنقل از: اسہامات مورخی البصرۃ، 191۔
54. Ibid 96; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra*, 192.
ایضا96، بنقل از: اسہامات مورخی البصرۃ، 192۔
55. Ibid; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra*, 150-162.
ایضا، بنقل از: اسہامات مورخی البصرۃ، 150-162۔
56. Ibid; Banaqal Az: *Muqadma al-Umri br Tarikh Khalifa*, 26-45.
ایضا، بنقل از: مقدمہ العمری بر تاریخ خلیفہ، 26-45۔
57. Ibid; Banaqal Az: *Muqadma Zakaar br Tarikh Khalifa*, 10.
ایضا، بنقل از: مقدمہ زکار بر تاریخ خلیفہ، 10۔
58. Ibid; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra*, 201-212.
ایضا، بنقل از: اسہامات مورخی البصرۃ، 201-212۔
59. Ibid 97; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra*, 187-188.
ایضا97، بنقل از: اسہامات مورخی البصرۃ، 187-188۔
60. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh Chaap al-Umri*, 187-240.
ایضا، بنقل از: تاریخ، چاپ العمری، 187،240۔
61. Ibid; Banaqal Az: *Asahmaat Morkhi al-Basra fu al-Kitabat al-Tarikhya*, 64.
ایضا، بنقل از: اسہامات مورخی البصرۃ فی الکتابۃ التاریخیہ، 64۔
62. Ibid 98; Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 119.
ایضا98، بنقل از: الفہرست، 119۔
63. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh-e-Baghdad*, Vol.2, 277-278.
ایضا، بنقل از: تاریخ بغداد، ج2، 277-278۔
64. Ibid; Banaqal Az: *Mujam Al Adba*, Vol. 18, 113.
ایضا، بنقل از: معجم الادباء، ج18، 113۔

65. Ibid; Banaqal Az: *Al-Tanbiyyah Walashraf*, 174.

ایضا، بنقل از: التنبیہ والاشراف، 174۔

66. Ibid; Banaqal Az:: *Kitab Khana Ibn Tawos*, 439.

ایضا، بنقل از: کتابخانہ ابن طاووس، 439۔

67. Ibid; Banaqal Az: *Kitab Khana Ibn Tawos*, 362-363.

ایضا، بنقل از: کتابخانہ ابن طاووس، 362- 363۔

68. Ibid; Banaqal Az: Ahmad Khurshid Farooq, *al-Manaq*, (India, 1964) Beirut, Alam al-Kutub, 1405 AH).

ایضا، بنقل از: صحیح احمد خورشید فاروق، المنمق، (ہند، 1964) بیروت، عالم الکتب، 1405)۔

69. Ibid, 99; Banaqal Az: Dr. Eliza Lekhtan Shatitar, *Al-Muhambar*, Beirut, Dar Al-Afaq Al-Jedida.

ایضا، 99؛ الدکتورۃ ایلزہ لیختن شتیتر، المحبر، بیروت، دارالآفاق الجدیدہ۔

70. Ibid, 100; Banaqal Az: *Nawadara al-Makhushat*, Al-Mojal-Awwal, (Cairo, 1972), 83-96.

ایضا، بنقل از: نوادر المخطوطات، المجلد الاول، (قاہرہ، 1972)، 83-96۔

71. Ibid, 100; Banaqal Az: *Nawadara al-Makhushat*, Al-Mojal-Al-Sani, 112-275.

ایضا، 100؛ بنقل از: نوادر المخطوطات، المجلد الثانی، 112- 275۔

72. Ibid, 100; Banaqal Az: *Nawadara al-Makhushat*, Al-Mojal-Al-Sani, 281-296.

ایضا؛ بنقل از: نوادر المخطوطات، المجلد الثانی، 281- 296۔

73. Ibid; Banaqal Az: *Nawadara al-Makhushat*, Al-Mojal-Al-Sani, 299-328.

ایضا؛ بنقل از: نوادر المخطوطات، المجلد الثانی، 299- 328۔

74. Ibid; Banaqal Az: *Nawadara al-Makhushat*, Al-Mojal-Al-Sani, 160-163.

ایضا؛ بنقل از: نوادر المخطوطات، المجلد الثانی، 160- 163۔

75. Ibid; Banaqal Az: *Sharah Nahj al-Balaghah Ibn-e Abi al-Hadid*, 1: 294, 2: 36, 12: 18, 13: 42, 208, 14: 250, 15: 53, 16:10, 1, 12, 182, 17: 236.

ایضا؛ بنقل از: شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: 1: 294، 2: 36، 12: 81، 13: 42، 208، 14: 250، 15: 53، 16: 10، 1، 12، 182، 17: 236 (یہ آخری صرف محمد بن حبیب سے نقل ہوا ہے)۔

76 . Ibid; Banaqal Az: See: *Al-Muhambar*, 509.

ایضا؛دیکھیں:المحبر،509۔

77. Ibid; Banaqal Az: See: previous Reference, 303.

ایضا؛دیکھیں:سابقہ حوالہ، 303۔

78. Ibid; Banaqal Az: See: previous Reference, 184.

ایضا؛دیکھیں:سابقہ حوالہ،184 ۔

79. Ibid; Banaqal Az: Muqadma Khurshid Ahmad Farooq, *al-Manaq*, 11.

ایضا؛دیکھیں: ، مقدمہ خورشید احمد فاروق،المنمق، 11۔

80. Ibid; Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 124-125.

ایضا؛بنقل از:الفہرست، 124-125۔

81. Ibid, 101; Banaqal Az: See: *Muqadma MalHas br Akhbar Makkah*, 16-17.

ایضا، 101؛بنقل از: دیکھیں: مقدمہ ملحس براخبارمکہ،16-17۔

82. Ibid; Banaqal Az: *Mujam Al Adba*, Vol. 4, 218.

ایضا؛بنقل از: معجم الادباء،ج4، 218۔

83. Ibid, 102; Banaqal Az: *Azwaj ul Nabi (PBUH)*, (Beirut, Mowsa al-Resalat.

ایضا، 102؛ کتاب "ازواج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"،(بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ،1403)۔

84. Ibid; Banaqal Az: *Akhbar Makkah*, Fakai, Muqadma, 34.

ایضا؛بہ نقل از: اخبارمکہ، فاکہی، مقدمہ، ص34۔

85. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh al-Mu'arkhoon Bamaka*, 19.

ایضا؛بہ نقل از: التاریخ والمؤرخون بمکۃ، 19۔

86. Ibid, 103; Banaqal Az: *Muqadma al-Muqafiqaat*, 17.

ایضا، 103؛بہ نقل از: مقدمہ الموفقیات، 17۔

87. Ibid, 105; Banaqal Az: Akhbar al-Muqaqiyat, 312, Sh. 171 (Shumara-e- 172-174).

ایضا، 105؛بہ نقل از:اخبارالموفقیات،312، ش171(وشمارہ ہای172-174)۔

88. Ibid; Banaqal Az: *Al-Fahrist*, 125.

ایضا، بہ نقل از:الفہرست، ص125۔

89. Ibid, 105; Banaqal Az: *Afsat* Qom, Dar al-Fiker, 1410 AH.

ایضا،105؛افست قم،دارالفکر،1410۔

90. Ibid, 107; Banaqal Az: *Tarikh Al-Tabari*, Bakhsh Nakhasat, 166.

ایضا، 107؛بنقل از:مواردتاریخ الطبری، بخش نخست، 166۔

91. Ibid; Banaqal Az: *Tarikh al-Tarath al-Arabi*, al-Tadwin al-Tarikhi, 205-206.

ایضا؛بنقل از:تاریخ التراث العربی، التدوین التاریخی، 205-206۔

92. Ibid; Banaqal Az: *Al-Fahrist Ibn Nadeem*, 86.

ایضا؛ دیکھیں:الفہرست ابن ندیم، 86۔ ابن ندیم نے اسے لغوی (زبان کے ماہرین) طبقے میں شمار کیا ہے. المعارف 37 کے مقدمے میں کتاب کا عنوان اس کے لئے ذکر ہوا ہے۔

93. Ibid; Banaqal Az: *Maruj al-Zhab*, Vol. 2, 202.

ایضا؛بنقل از:مروج الذہب، ج2، 202۔

94. Ibid, 108.

ایضا، 108؛ اس کتاب کی پہلی اشاعت محمد اسماعیل عبداللہ الصاوی کی تصحیح کے ساتھ سنہ 1970 بمطابق سن1373 میں ہوئی۔

95 . Ibid, 109; Banaqal Az: *Al-Ma'arif*, 56, see *Al-Tarikh Al-Arabi wa Al-Morakhun*, Vol. 1, 241.

ایضا، 109؛بنقل از:المعارف، 56، نیز دیکھیں:التاریخ العربی والمورخون، ج1، 241۔

96 . Ibid, 109; Banaqal Az: *Muqadma Al-Ma'arif*, 59.

ایضا، 109؛بنقل از:مقدمہ المعارف، 59۔

97 . Ibid, 109; Banaqal Az: *Muqadma Al-Ma'arif*, 56, see *Al-Tarikh Al-Arabi wa Al-Morakhun*, Vol. 1, 241.

ایضا، 109؛بنقل از:مقدمہ المعارف، ص56، نیز دیکھیں:التاریخ العربی والمورخون، ج1، 241۔

98 . Ibid, 110; Banaqal Az: *Afsat* Qom, Razi 1363.

ایضا، 110؛بنقل از: افست قم، رضی، 1363] چاپ جدیدی با فہارس توسط علی شیری چاپ شدہ است۔

99 . Ibid; Banaqal Az: Madina Monawara, Maktabat al-Daar, 1410.

ایضا؛مدینہ منورہ، مکتبۃ الدار، 1410۔

100 . Ibid; Banaqal Az: *Al-Marafa wa al-Tarikh*, Vol. 1, 15.

ایضا؛بنقل از:المعرفۃ والتاریخ، ج1، 15۔

101 . Ibid; Banaqal Az: *Al-Bahdiya wa Al-Nayaat*, Vol. 11, 60.

ایضا؛بنقل از: البدایۃ والنہایۃ، ج11، ص60۔

102 . Ibid; Banaqal Az: *Muqadma Al-Marafa wa al-Tarikh*, 22.

ایضا؛دیکھیں: مقدمہ المعرفۃ والتاریخ، 22۔

103 . Ibid, 111; Banaqal Az: *Muqadma Al-Marafa wa al-Tarikh*, 23-40.

ایضا، 111؛بنقل از: مقدمہ المعرفۃ والتاریخ، 23-40۔

104 . Ibid; Banaqal Az: *Muqadma Al-Marafa wa al-Tarikh*, 52.

ایضا.بنقل از: *مقدمہ المعرفۃ والتاریخ*، 52۔
105 . Ibid; Banaqal Az: *Muqadma Al-Marafa wa al-Tarikh*, Vol. 1, 42-50.
ایضا؛بنقل از: *المعرفۃ والتاریخ*،ج1، 42- 50۔